www.urduchannel.in

غلط پتہ

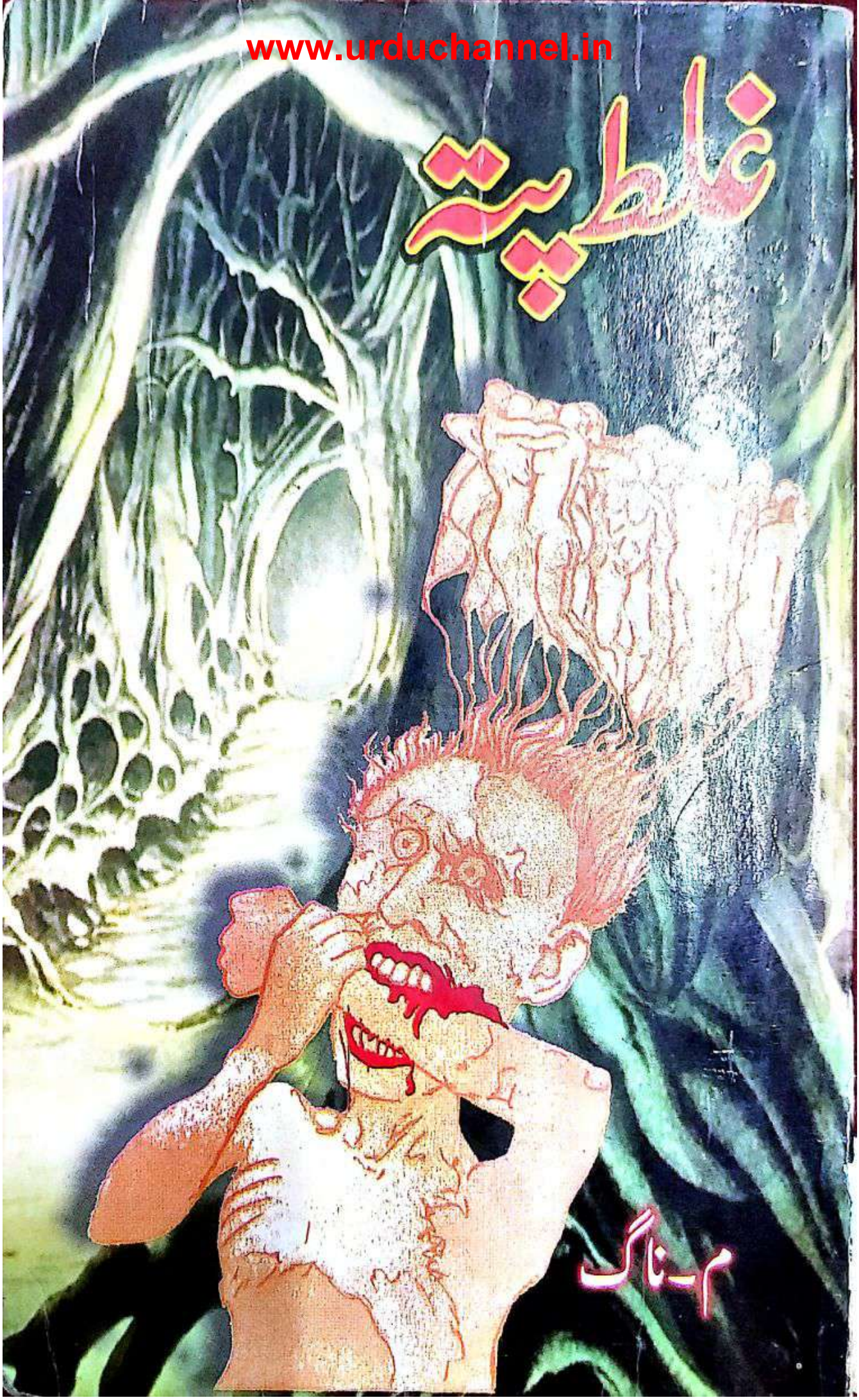

م۔ناگ

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

غلط پتہ

(افسانے)

م۔ناگ

اُردو خبرنامہ ممبئی
Urdu Khabarnama
177/1A, Ayesha Manzil, Pipe Road,
Kurla, Mumbai-70. Cell.: 09224799971

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

نام کتاب	:	غلط پتہ (افسانے)
مصنف	:	م۔ناگ
اشاعتِ اوّل	:	مارچ ۲۰۰۹ء
تعداد	:	پانچ سو
ضخامت	:	۱۱۲ / صفحات
قیمت	:	۱۰۰/ روپے
سرورق	:	آصف خان
اہتمام	:	رمضان علی سحر
کمپوزنگ	:	رضوان اشتیاق (عرفا ایڈورٹائزنگ)
مطبع	:	ہُما پرنٹنگ پریس، سات راستہ، ممبئی
ناشر	:	اُردو خبر نامہ، ممبئی

تقسیم کار :

☆ مکتبہ جامعہ لمیٹیڈ، ممبئی، دہلی، علی گڑھ

☆ سیفی بک ایجنسی، امین بلڈنگ، ابراھیم رحمت اللہ روڈ، ممبئی ۔ ۸

☆ کتاب دار، جاال منزل، ٹیمکر اسٹریٹ، ممبئی۔۸

☆ اُردو خبر نامہ، ۷۷/ عائشہ منزل، پائپ روڈ کُرلا، ممبئی ۔ ۷۰

☆ اشفاق احمد، آفرین پبلی کیشنز، ٹیچر کالونی، جعفر نگر، ناگپور۔۴۴۰۰۱۳

Ghalat Pata (Short stories) by Meem Nag

Rs. 100/-

Meem Nag

Room No.4, Jaya Talkies Compound,

Borivali (W), Mumbai - 400 092.

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

اس کتاب کی اشاعت میں مہاراشٹر اسٹیٹ اُردو ساہتیہ اکادیمی کا جزوی
مالی تعاون شامل ہے۔

اُردو خبرنامہ ممبئی
Urdu Khabarnama
177/1A, Ayesha Manzil, Pipe Road,
Kurla, Mumbai-70. Cell.: 09224799971

غلط پتہ

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

شریکِ حیات اور بچّوں کے نام

غلط پتہ

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

فہرست

☆	ناگ، عورت اور افسانہ	ساجد رشید	۶
☆	تو بھیّا کیا کریں؟	م۔ناگ	۹
۱۔	بچپن		۱۲
۲۔	چاند میرے آجا		۱۸
۳۔	تیرتھ		۲۷
۴۔	نعرہ		۳۵
۵۔	حسبِ معمول		۴۳
۶۔	جَون		۴۵
۷۔	ہوا کی طرف مُنہ		۴۹
۸۔	ایک خوبصورت موڑ		۵۴
۹۔	بلّی		۶۲
۱۰۔	بِگ بینگ		۶۸
۱۱۔	آدم اور حوّا		۷۳
۱۲۔	لکڑ بگھّا		۷۶
۱۳۔	غلط پتہ		۷۹
۱۴۔	میں خیال ہوں کسی اور کا		۸۴
۱۵۔	جسم نگر		۸۸
۱۶۔	ہتھیلیاں اور لکیریں		۹۷
۱۷۔	غولِ بیابانی		۹۹
۱۸۔	سمندر		۱۰۵

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

ناگ، عورت اور افسانہ

م۔ ناگ نے جب مجھ سے اپنے افسانوں کے مجموعے پر پیش لفظ لکھنے کا حکم سنایا تو میں نے اپنی بے حد مصروفیت کے باوجود حامی بھر لی۔ کیوں؟ میں تو پیش لفظ وغیرہ لکھنے سے جی چراتا ہوں، میں نے اپنی کسی کتاب کا پیش لفظ خود لکھا اور نہ ہی کسی صاحب نظر سے لکھوایا، تو پھر م۔ ناگ کے افسانوں کی کتاب پر پیش لفظ لکھنے کے لئے کیوں کر رضامند ہو گیا؟ شاید ان کے افسانوں پر میں خود بھی اپنی رائے دینا چاہتا تھا، م۔ ناگ مجھے اپنے معاصر افسانہ نگاروں میں کئی معنوں میں مختلف نظر آتے ہیں، اتنے مختلف کہ ان کے افسانوی اسلوب کا موازنہ ان کے کسی ہمعصر سے تو کجا ان کے کسی پیش رو سے بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے باوجود وہ نظر انداز کئے گئے، یہ حیران کن واقعہ ہے اور افسوس ناک بھی۔ اس کی دو بڑی وجہیں ہیں پہلی تو یہ کہ انہوں نے تواتر سے افسانے نہیں لکھے دوسری وجہ ان کا قلندرانہ مزاج ہے، جس میں ان کی بے ترتیب زندگی اور لاپرواہی کا بڑا دخل ہے۔ انہیں اپنے ہونے کا کبھی احساس ہی نہیں رہا، وہ تعریف سے بے نیاز اور تنقید سے بے پرواہ رہے، انہوں نے یہ بے نیازی اپنی کہانیوں اور اپنے مجموعے کی اشاعت میں بھی برتی۔ وہ ادبی معاشرے کے کسی بھی گروہ سے وابستہ نہیں رہے اور نہ ہی وہ ادب کی کسی خانہ بندی کا حصہ بنے۔ نقاد سے تو ان کا دور کا بھی تعلق نہیں رہا تو پھر ان کا نام افسانہ نگاروں کی کسی بھی فہرست میں کیوں کر شامل ہوتا! رسائل میں بے حد Mediocre حتیٰ کہ جعلی قسم کے افسانہ نگاروں کے گوشے شائع ہوتے رہے، ایسے لوگ سیمی ناروں میں مدعو کئے جاتے رہے، لیکن فکشن کے کسی سیمی نار میں ارباب ادب کو م۔ ناگ کا نام کبھی یاد نہ رہا۔ م۔ ناگ نے کبھی اس کا گلہ کیا نہ شکوہ، البتہ مجھے ان کی اس مجرمانہ بے نیازی پر کوفت ضرور ہوتی تھی۔ میں چاہتا تھا کہ وہ اس کی شکایت کریں لیکن وہ اپنے سرمئی چمکیلے چہرے پر سفید اجلے دانتوں سے ہنس کر رہ جاتے جیسے کہہ رہے ہوں "ساری موہ مایا ہے۔" شاید یہی وجہ تھی کہ م۔ ناگ کی کتاب میں میری دلچسپی ان سے کم نہ تھی۔

1970 میں جب اردو افسانہ پر مکمل طور پر جدید طرز نگارش حاوی ہو چکا تھا اور افسانہ دانشوری کا کرتب بن گیا تھا تب چند ہی افسانہ نگار تھے جو کسی مروجہ فیشن کی پرواہ کئے بغیر ایسے افسانے خلق کر رہے تھے جن پر ہیئتی تنقید کا ناقد تمسخرانہ انداز میں گھورتا تھا جیسے، وہ کسی متروک صنف کو پیش کر رہے ہوں۔ ابہام، ایہام اور تجریدیت کو جدید افسانے کا وصف قرار دیا گیا تھا۔ معاشرتی، سیاسی، اور عمرانی موضوعات کو یکسر مسترد کر کے ممنوع قرار دیا جا چکا تھا۔ جو افسانہ نگار ان ممنوعہ موضوعات کو اپنے افسانے میں برتنے کی کوشش کرتا اسے دقیانوسی اور ترقی پسند کہہ کر تحقیر کی جاتی 1970 کے بعد اچانک ہی نقاد نے ادب کے منظر نامے پر ایسے ہی قبضہ کر لیا تھا جس طرح کوئی آمر کسی جمہوری نظام پر قابض ہونے کے بعد آئین کو منسوخ کر کے اپنے ہنٹر کی

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

قوت سے ایسا نظام قائم کردے، کہ غور وفکر کا عمل یک رخی ہو جائے۔ ہیئتی تنقید نگاروں نے کمال ہوشیاری سے ادب کی بساط پلٹ دی تھی۔ افسانے کے حسن وقبح کو شاعری کے تنقیدی پیمانے سے جانچا پرکھا جانے لگا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ افسانہ اور انشائیہ کا فرق ہی مٹ گیا۔ ادب کی آفاقی جمالیات کو منسوخ کر کے جدید ادب کی نئی جمالیات خلق کی گئی، بزدلی، ذہنی انتشار، خود رحمی اور ذات کے کرب کو جدید حسیت کا نام دیا گیا۔ کسی بھی فن پارے کو زمان ومکان کی قید سے آزاد کرنا لازمی اور کرداروں کو بے چہرہ رکھنا ضروری قرار دیا گیا۔ جو شہرت کی طلب میں کاروبارِ ادب میں شامل ہوئے تھے انہوں نے فوراً ہی نقاد کے ان فارمولوں کی پیروی کی۔ نئے افسانہ نگاروں میں جو کوتاہ دامن اور کوتاہ نظر تھے انہوں نے نقاد کے وضع کردہ معیارات کے سانچے میں لفظوں کو بھر کر بالکل ویسے ہی افسانے اُگل دیے جیسا کہ جدید نقادان سے مطالبہ کر رہا تھا۔ ان معصوموں نے یہ نہیں سوچا کہ ان کے پیش رو افسانہ نگار اور پھر ان سے بھی پہلے کے افسانہ نگار آخر کس نقاد کے وضع کردہ معیارات کو ملحوظ رکھ کر افسانے لکھ رہے تھے۔

خیر فکشن کے اس پُر آشوب دور میں م۔ ناگ بھی ان چند افسانہ نگاروں میں سے تھے جنہوں نے نقاد کو اپنے دماغ کے اُس خانے میں ڈالا جسے 'یادداشت کا کوڑا گھر' کہتے ہیں (بجا طور پر تمام پیشہ ور نقادوں کی مناسب جگہ وہی ہے) م۔ ناگ نے اپنے ڈھب کے افسانے لکھے اور نام ونمود کی خواہش کے بغیر، وہ خاموشی سے لکھتے رہے اور اپنی بے ساختہ تخلیقی نثر سے چونکاتے رہے۔ سب سے پہلے تو م۔ ناگ نے اپنے نام سے چونکایا جتنا منفرد ان کا نام ہے ان کے افسانوں کا بیانیہ اور اسلوب بھی اتنا ہی منفرد ہے۔ مختار ناگپوری کا مخفف ہے م۔ ناگ !

م۔ ناگ کے افسانوں کا بنیادی کردار ہمیشہ عورت ہوتی ہے۔ اگر وہ اپنے افسانے کو مرد کی زبان سے بھی واحد متکلم کے صیغہ میں بیان کر رہے ہوتے ہیں تب بھی اس کے پس منظر میں موجود عورت اپنے سراپا کے ساتھ قاری کی سانسوں میں شامل ہو جاتی ہے۔ عورت کو م۔ ناگ کائنات کے اس ربط سے جوڑنے کی کوشش کرتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں جسے مذہبی صحیفوں نے مرد کو ایک پُر تعیش زندگی سے محروم کرنے کا گناہ گار قرار دیا ہے۔ عورت پر لگنے والے اس الزام کو وہ بہتان تصور کرتے ہیں اور ان کے افسانوں کی عورت ماں، بہن اور بیٹی ہونے کے ساتھ وہ عورت بھی ہوتی ہے جسے خود بھی جنت سے نکلنا پڑا تھا اور جس کو افزائش نسل کے لئے اپنے ہی بھائی کے جوہر حیات کو اپنے بطن میں رکھنا پڑا تھا۔ یہ عورت اس عورت سے قطعی مختلف ہے جس نے آدم کو جنت سے بے دخل کروایا تھا بلکہ یہ عورت مرد کے وجود ہی نہیں کائنات کے سائیکل کی تشکیل کو تکمیل دینے کی بھی 'گناہ گار' ہے۔

م۔ ناگ کے افسانوں کی زبان اپنے تمام معاصرین کی زبان سے مختلف ہے۔ وہ بہت مرصع و مسجع زبان نہیں لکھتے، غضب کی بے ساختگی ہوتی ہے ان کی زبان میں، جیسی کہ ہمیں منٹو کی زبان میں ملتی ہے۔ میری نظر میں پریم چند کے بعد منٹو اردو کا پہلا افسانہ نگار تھا جس نے افسانے کو اُس آرائشی نثر سے محفوظ رکھا جو شاعری کا وصف ہے۔ م۔ ناگ چھوٹے چھوٹے جملوں میں پیچیدہ کرداروں کو ایسے بیان کر جاتے ہیں کہ لفظ متحرک معلوم ہونے لگتے ہیں۔ ان کے اسلوب کی سب سے بڑی خاصیت ان کا وہ طنزیہ انداز بیان ہے جو ان کی نثر کی ایک علاحدہ پہچان قائم کرتا ہے۔ طنز میں توازن نہ ہو تو وہ استہزا معلوم ہوتا ہے۔ م۔ ناگ کے افسانوں میں طنز نہ تو تلخی میں بدلتا ہے اور نہ ہی ناصحانہ لہجہ اختیار کرتا ہے۔ م ناگ کا پسندیدہ موضوع جنس ہے، بالکل اسی طرح جس

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

طرح راجندر سنگھ بیدی اور سعادت حسن منٹو کا پسندیدہ موضوع جنس ہے لیکن بیدی اور منٹو افسانے میں جنس کو ایکدوسرے سے مختلف انداز میں جس طرح برتتے ہیں، بالکل اسی طرح م۔ناگ کے افسانوں میں جنس کا استعمال ان دونوں سے بے حد مختلف سطح پر ہوتا ہے۔ یہاں منٹو اور بیدی سے م۔ناگ کے افسانوں کا تقابلی مطالعہ اس لئے نہیں کیا جاسکتا کہ ہمارے یہ دونوں عظیم افسانہ نگار جس عہد میں جنس کو افسانے میں برت رہے تھے، اس زمانے میں جنسی جبلت اتنی واشگاف اور پیچیدہ انداز میں معاشرے کا حصہ نہیں بنی تھی۔ اس کے علاوہ بیدی اور منٹو جب جنس کو Deal کرتے ہوئے کسی جسم فروش عورت کو افسانے میں پینٹ کرتے ہیں تو وہ خاصے آدرش وادی ہو جاتے ہیں۔ بیدی کی عورت ہندو اساطیر کے حوالے سے داخلی سطح پر دیوی ہے۔ منٹو کی عورت ہوس پرست مرد اساس معاشرے کی مظلوم ناری ہے۔ م ناگ کے افسانوں میں عورت نہ دیوی ہے اور نہ ہی مرد کی استحصال پسند جنس زدگی کی شکار ابلا ناری ہے۔ م ناگ اپنے قلم کی نوک پر لگے مائیکرو ویو کیمرے سے عورت کے جسم کے نشیب و فراز کو شوٹ کرتے ہوئے اس کے دل اور دماغ کی نادیدہ لہروں کو قید کر کے کاغذ پر منتقل کر دیتے ہیں۔ کردار کی جسمانی ساخت کے ساتھ اس کی داخلی کشمکش کو افسانے میں پیش کرنے میں بے شک منٹو اور بیدی سے ان کا کوئی تقابل اس لئے نہیں کیا جاسکتا کہ یہ دونوں کرداروں کی نفسیات کی پیچیدہ گتھیوں کے تاروں کو بھی سلجھاتے چلتے ہیں۔ م ناگ اپنے ان دو پیش رؤں سے اس لئے مختلف ہیں کہ وہ بیدی اور منٹو کی طرح نہ تو اس سے ہمدردی کرتے ہیں اور نہ ہی قاری کو ہمدردی کے لئے ترغیب دیتے ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر م۔ناگ عورت کو آدرش وادی پیکر میں نہیں دیکھتے ہیں اور وہ اس کی نفسیات کی پیچدہ گتھیوں کو بھی نہیں پیش کرتے ہیں تو پھر وہ اپنے افسانے کی عورت کی پیشکش میں کس طرح مختلف ہیں؟ دراصل م۔ناگ بڑی حد تک سفاک لاتعلقی کے ساتھ اپنے کرداروں خاص طور پر نسوانی کرداروں کی نبض اُس ڈاکٹر کی طرح دیکھتے ہیں جو مریض کے مرض کو سمجھنے اور اس کی تشخیص سے تو دلچسپی رکھتا ہے، لیکن اسے مریض اور مرض دونوں ہی سے کوئی جذباتی لگاؤ نہیں ہوتا ہے۔

م ناگ کے افسانے پہلی قرأت میں سپاٹ بیانیہ معلوم ہوتے ہیں ان کی نادر تشبیہات اور طنز کی دھیمی آنچ افسانے کو دلچسپ تو بناتے ہیں لیکن وہ قاری کو مرعوب نہیں کرتے، جبکہ م ناگ بہت سادہ اور سلیس لہجے میں الجھی ہوئی زندگی میں بھی جنس کے انبساط کو پیش کر دیتے ہیں۔ یہی م۔ناگ کا فنی کمال ہے کہ وہ بہت گنجلک خیال اور جنس کے وفور کو بھی بہت سادگی اور معصومیت سے افسانے میں پرو دیتے ہیں۔ شاید یہ بھی ایک وجہ ہے کہ م۔ناگ کے افسانے اپنے ٹریٹمنٹ اور اسلوب کی وجہ سے اردو کے عام افسانوں سے الگ معلوم ہوتے ہیں اور ان کا ذائقہ ہمارے شعور کا حصہ نہیں ہے، لیکن وہ ایک عجیب سی خوشگوار تبدیلی کا احساس ضرور کراتے ہیں۔

□ ساجد رشید

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

تو بھیّا کیا کریں

گذشتہ 35 برسوں سے میں نے اپنی مختلف تحریروں میں جو کچھ لکھا ہے وہ صرف اور صرف اس مقصد کے تحت کے جس شخص کا نام ''م۔ناگ'' ہے اس کی کہانی بیان کرسکوں۔ میں سوچتا ہوں کہ تخلیق کار کے اندر سادگی، یقین، صداقت، اور صبر کا مادہ ہی اس کی نجات کا راستہ ہے۔

زندگی میری استاد رہی ہے اور افسانہ میری ڈھال بنا ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ زندگی میں جو کچھ ختم ہوتا جارہا ہے۔ ادب اس کی آخری پناہ گاہ ہے۔ آج ہماری زندگی اتنے رنگوں اور شکلوں کو اختیار کرچکی ہے کہ ایک چیز کے بارے میں لکھنے کا مطلب ہے کروڑوں چیزوں کے بارے میں نہیں لکھنا!

کیا ایسا ممکن ہے کہ ایک ادب پارہ کسی ایک شخص کے بارے میں بھی ہو اور ساتھ ہی ساتھ سب کے بارے میں بھی ہو؟

ادب نے بار بار ثابت کیا ہے کہ زندگی کے اسرار و رموز اور بھول بھلیوں کو سمجھنے کے لئے ادب سے بڑی کوئی کلید نہیں، زندگی کا جوہر ان کہی باتوں میں ہی پایا جاتا ہے، کوئی کہانی جو لکھی جاتی ہے، اس اہم کہانی کا اشاریہ ہوتی ہے جو ابھی تک نہیں لکھی گئی۔

لکھتے ہوئے اپنے تجربات کے اندھے گلیاروں سے نکل کر ذاتی احساسات کے ردّ و قبول کے ساتھ کچھ اور معاملے بھی جڑے ہیں۔ جیسے کہ تخلیق کار کسی طرح اپنی انفرادیت قائم رکھتا ہے۔ خاص طور پر اس وقت جب وہ اپنے ہم عصروں کے ساتھ تقریباً ایک سے ماحول میں رہتا ہے۔ اور ان ہی سے کسی خاص تاریخی لمحے میں اپنے تجربات کا تبادلہ کرتا ہے۔ تخلیق کار صرف چاہ کر مختلف نہیں ہوتا، وقت بھی اس کی انفرادیت کو اُجاگر کرتا ہے۔ میرے لئے تخلیقی عمل ایک دلچسپ تلاش اور خود کو سمجھنے اور آگے بڑھنے کا ذریعہ رہا ہے۔

۱۹۷۵ء میں ممبئی آیا تو باہر کی ساری راہیں مسدود ہوگئیں۔ یہ شہر مجھے لپچاتا اور خواب دکھاتا رہا، یہ شہر میرے لئے ایک چوہادان ثابت ہوا، جس میں روٹی کا ٹکڑا پھنسا تھا، میں روٹی پانے اندر کیا گیا، ساری دنیا باہر رہ گئی۔ بس پھر

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

کیا تھا، تماشہ شروع ہوگیا۔ چوہابلی کی دوڑ، میوزیکل چیر کا مقابلہ۔ مختصراً یہ کہ ایک موسم میرے اندر تھا اور ایک موسم میرے باہر تھا، ان دونوں موسموں میں تال میل برقرار رکھتے ہوئے میری حالت تنی ہوئی رسّی پر چلنے والے نٹ کی طرح ہوگئی۔

پنجرے کا شٹر گر چکا تھا، بلیوں نے باہر سے پنجرے کو گھیر لیا تھا۔ میں چکّر گھنی کی طرح لٹو بنا دیا گیا تھا اور دوسری طرف کائنات کے پستان لٹو لٹو ہل رہے تھے۔ یعنی دوہری سزا، حالات نے میرے آٹے، کو گوندھ کر پراٹھا بنا دیا تھا، صبح سالم گھر سے چلتا مگر دن پھر اس قدر بیلا جاتا کہ خود اپنی شناخت کھو بیٹھتا تھا۔

ناکامیاں بی جمالو کی طرح بھُس میں چنگاری ڈال کر کھڑی تماشہ دیکھتی رہیں۔

تو بھیّا کیا کریں۔ کہاں کہاں سے رفو کریں گریباں!

۱۹۷۵ء کے آتے آتے میں بے روزگاری کے ہاتھوں لست پست ہو چکا تھا۔ والد اپنے خوابوں کو ڈھہتا دیکھ رہے تھے اور میں بمبئی کے لیے پر تول رہا تھا۔ اس دوران م۔ ناگ کے نام سے مورچہ، نگینہ، برگِ آوارہ، شاخسار، تحریک اور کتاب میں مسلسل لکھنے لگا تھا۔ بمبئی آیا تو سلام بن رزاق نے میری ملاقات انور قمر سے کرادی۔ انور قمر نے میرا بمبئی سے گووا کا ٹکٹ کٹوا دیا۔ گووا میں سیبا کمپنی کی انڈسٹریل کینٹین میں سُپر وائزری کی، تبھی بھٹکتا ہوا ایک ٹیلی گرام آیا کہ والد صاحب کا ہارٹ اٹیک سے انتقال ہو چکا ہے، ایسے میں میری حالت ندا فاضلی کے مصرعے کی طرح ۔۔۔۔۔ میں رویا پردیس میں!

اخباروں میں پناہ ڈھونڈی، ہندی میں بھی لکھا۔ الیاس شوقی، عبدالرحیم نشتر اور معین الدین عثمانی نے جب افسانوں کے انتخاب شائع کیے تو میرے افسانے اُن میں جگہ پا گئے۔ ''لوٹی ہوئی تُم'' کے نام سے ہندی کے انتخاب میں بھی کہانی شائع ہوئی۔ ترجمے کا کام سرکاری اور غیر سرکاری سطح پر کرتا رہا، سیریل کے اسکرپٹ بھی لکھے۔ ناگپور سے تعلق جیسے ٹوٹ سا گیا اور وکیل نجیب نے اپنے مجموعے ''سنگریزے'' کے پیش لفظ میں لکھا ''ناگپور میں اُردو افسانہ صنم کی کمر کی طرح کہاں ہے، کس طرف ہے اور کدھر ہے؟ کی مصداق ہے، ناگپور سے کوئی بھی افسانہ نگار اپنی شناخت بنانے میں کامیاب نہ ہوسکا۔ م۔ ناگ ہیں لیکن ان کا رشتہ ناگپور سے تقریباً ٹوٹ چکا ہے''۔

تو بھیّا کیا کریں۔۔۔۔۔

میں ناگپور سے پیار کرتا تھا۔ ناگپور نے مجھے وہ سارا مواد فراہم کیا جو بچپن اور لڑکپن کی بُنیاد بنتا ہے۔ ایک تندومند ماحول دیا جہاں میں پتنگ کی صورت اُڑتا مگر تیز مانجھے سے کٹ جاتا تھا، جہاں میں لٹو کی طرح گھومتا تھا مگر

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

جالی ساتھ چھوڑ جاتی تھی، جہاں میں بیٹ مینٹن کی چڑیا، کبھی اُس کی لان میں کبھی اس کے پالے میں امیں ناگپور کی گلیوں، سڑکوں کا دیوانہ تھا اُس کے شب و روز کا سیلانی تھا۔ ناگپور نے مجھے اپنے اندرون میں جھانکنا سکھایا۔ میں نے دیکھا اپنے اندر، میں اُترا اپنے اندر، میں نے جانا یہ ایک الگ دُنیا ہے، مجھ سے کیسے چھپی رہ گئی، میں نے وہاں ایک صراحی دیکھی جس پر چمکدار نقش و نگار تھے وہ آنکھوں کو خیرہ کر رہی تھی، کتنی خوبصورت صراحی تھی۔ میں وہ صراحی دُنیا کو دکھانا چاہتا تھا وہ اپنے انداز کی ایک الگ طرح کی صراحی تھی مگر میں اسے باہر کیسے لاتا، ناگپور نے مجھے اپنے اندرون میں جھانکنا اور اُترنا سکھا دیا تھا مگر واپسی کا دروازہ بند کر دیا تھا یا یوں کہیں کہ میں ''کھل جا سم سم'' کہنا بھول گیا تھا۔ بمبئی نے مجھے ''کھل جا سم سم'' کہنا سکھایا۔ یہاں بھاگم بھاگ تھی منظر فوراً بدل جاتے تھے۔ بہت جلد فیصلے کرنا ہوتے تھے۔ ناگپور کی طرح یہاں گلابی سردیاں نہیں تھیں۔ کنہان ندی کی دھارا نہیں تھی۔ کامٹی کے گول بازار کے رت جگے نہیں تھے۔ ناگپور کی سیمیناری ہلز نہیں تھی۔ یہاں وہ لڑکی نہیں تھی جو ہنستی تو پھول جھڑتے، روتی تو موتی بکھرتے۔ یہاں نہ سردیوں میں مُنہ سے نکلنے والی بھاپ اور نہ جسم پر بہنے والی پسینے کی دھاریں۔ یہاں نہ چولھا تھا نہ اولا، یہاں تو تو ابھی ہنستا نہیں تھا۔ میں تو پھنس گیا تھا بھاگم بھاگ اور روٹی کے چکّر میں۔ روز نئے خواب دیکھتا، بھیڑ میں بھی اکیلا اور اکیلا ہوتے ہوئے بھی پوری انجمن کے ساتھ۔ عجیب زندگی تھی۔ میں نے سوچا بمبئی سے بھاگ چلیں اورنگ آباد، ناگپور کہیں بھی مگر پاؤں میں زنجیریں تھیں۔

بمبئی سے آگے جانا مشکل تھا کیوں کہ میں جانتا تھا آگے سمندر ہے۔ مجھے لوٹنا پڑا، ایک چھوٹا شہر ٹھیک رہے گا لوگ دیر تک باتیں کریں گے۔ بہت ہوئی بھاگم بھاگ ذرا ٹھہر جاؤں، ٹھہر کر پسینہ پوچھوں۔ جو تجربے بمبئی نے دیے اُسے چھوٹے شہر میں بیٹھ کر تحریر کی شکل دوں۔۔۔۔ اور میں مراٹھواڑہ کے چھوٹے سے شہر بیڑ میں چلا آیا۔ بیڑ میں میں نے بہت دنوں کے بعد بھرپور صاف و شفاف آسمان دیکھا، سورج کو طلوع ہوتے دیکھا ڈوبتے بھی دیکھا۔ میں نے یہاں پردے کھینچ کر رات نہیں کی، یہاں کبھی مرغ نے سورج کو چونچ میں نہیں دبایا یہاں وہ بانگ دیتا رہا اور صبح ہوتی رہی اور جس دن اُس نے بانگ نہیں دی اُس دن بھی صبح ہوئی۔۔ اور یہ حقیقت یہیں مجھ پر آشکارا ہوئی۔

میں بمبئی لوٹ آیا لیکن میں کبھی ناگپور کو بھول نہ سکا۔ فاصلے بڑھ گئے مگر پیار اور گہرا ہوا۔ اب آگے دیکھئے کیا لکھا ہے۔

تو بھیّا کیا کریں کہ ۔ نہ باگ ہاتھ میں ہے نہ پا ہے رکاب میں

□ م۔ ناگ

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

بچپن

سرِ شام ہی اندھیروں نے نور جہاں کے جھونپڑے پر ڈورے ڈالے اور وہاں کے ہر اُجالے کو قصداً و جبراً نکلنے لگے۔ آج سارا آسمان گھنگھور گھٹاؤں سے گھرا رہا۔ سورج کی شکل خال خال ہی دکھائی دی۔ اور پھر نور جہاں کی ماں دوپہر کو اپنے کسی شناسا کے گھر چلی گئی۔ کھانا کھا کر جب نور جہاں آنگن میں آئی اور جنگلے پر کھڑی ہوئی تب ہم لوگ گلی ڈنڈا کھیل رہے تھے۔

نور جہاں کے گھر کوئی نہ تھا۔ ماں بھی نہیں تھی۔ کتنے دن بیت گئے اس کی ماں نے اسے اکیلا نہ چھوڑا۔ پہرے بٹھائے ورنہ کیا وہ یوں رُک جاتی؟ وہ ہمیں کھیلتا ہوا دیکھ کر اپنے آپ کو روک نہ پائی جھٹ جھونپڑے کا دروازہ بند کیا، زنجیر چڑھائی اور اپنے پاؤں کی زنجیر کھول کر ایک ہی جست میں تار کا جنگلا پھلانگ کر تیر کی طرح ہماری ٹولی میں آن ملی۔ ہم سب ایک دوسرے کو مسرت و استعجاب سے دیکھنے لگے۔ اور گلی ڈنڈا چھور ڈیپ ڈاپ کھیلنے لگے۔

نور جہاں کھیلنا چاہتی تو ہم اسے منع کرتے کیوں کہ اس کا بدن بدبو خارج کرتا تھا۔ جب ہم اسے کھیل میں شامل نہ کرتے تو وہ منہ بسورے اپنی انگنائی سے ہمیں زبان نکال کر چڑھایا کرتی۔ وہ بہت کم نہاتی تھی ایسا نہیں تھا کہ وہ صحرا میں رہتی تھی یا پانی مہنگا تھا۔ نہیں پانی تو افراط تھا لیکن وہ بہت کم نہاتی تھی اور جب نہا لیتی تو کھیلنے کا بہانہ ڈھونڈتی۔ سارا بچپن کھیل میں بیتا تھا اور اب وہ بڑی تیزی کے ساتھ جوانی کی طرف بڑھ رہی تھی۔ ایک دھندلکا سا تھا کہ جیسے چیزیں ڈوب رہی ہوں اور ابھر رہی

ہوں کہ اندھیرا اُجالا ایک دوسرے میں مدغم ہو کر اپنی پہچان کھو رہا ہو۔

☆

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

پچھلے دو ماہ سے وہ ہمارے احاطے میں کم آئی تھی کیوں کہ اس کی ماں ہمیشہ گھر پر رہتی اور اس پر کڑی نظر رکھتی تھی ماں اسے یہ احساس دلانے کی کوشش کرتی کہ ماشاءاللہ اب وہ جوان ہوگئی ہے اور اب اسے بچکانے کھیل نہیں کھیلنا چاہئے، ڈوپٹے سے سینہ ڈھکنا چاہئے، گھر پر کچھ سینا پرونا، کھانا پکانا سیکھنا چاہئے، لیکن کھیل تو نور جہاں کی جان تھے انہیں کیسے چھوڑ دیتی بچپن اسے چھوڑ رہا تھا مگر وہ بچپن کو نہ چھوڑتی تھی۔

اسے جنگلے پر کھڑا دیکھ کر میں نے پوچھا ''اب کب نہاؤ گی نور جہاں۔''

''جمعہ کو''

''دھڑ سے نیچے نہاؤ گی کہ سر سے''

''دونوں سے'' وہ جواب دیتی۔ میں ہنستا، وہ منہ بسورے چلی جاتی!

وہ ہم سب میں عمر کے لحاظ سے بڑی تھی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب ہمارے جنسی شعور غنودگی کی رضائی اوڑھے سو رہے تھے۔ اور کوئی احساس پختہ یا عیاں نہیں تھا۔

''نور جہاں تم گھر جاؤ، تمہاری ماں بوم مارے گی۔''

''مگر وہ نہیں گئی۔ نور جہاں کا کچھ نہ بدلا تھا سوائے جسم کے، اور ہمارا بہت کچھ بدل گیا تھا!

☆

اب جو لڑکا داؤں دینے گیا تو کسی محفوظ مقام پر چھپنے کے لئے ہم نور جہاں کے پیچھے بھاگے وہ جدھر بھاگی ہم اُدھر بھاگے اور کونے میں چھپ گئے۔ گلی اور ڈنڈا دور دور پڑے تھے۔ نور جہاں مطمئن تھی کہ وہ داؤں والے سے پوشیدہ تھی داؤں بھلے ہی کسی پر آئے اس پر آنے والا نہیں تھا۔ پر داؤں تو اسی پر آیا منوہر جو ہم سب میں بڑا تھا اس نے اپنی نگاہوں کا کا کروچ نور جہاں کے ڈھیلے ڈھالے فراک کے چوڑے گلے میں چھوڑ دیا۔ کاکروچ فراک کے اندر کلبلانے لگا تو نور جہاں وہاں سے فراک جھٹکتی بھاگی اور داؤں اس پر آ گیا۔

کھیل چلتا رہا۔ نور جہاں کچھ نہ سمجھی۔ منوہر اور بھی منچلا ہوگیا وہ اندھا دھند بھاگا اور نور جہاں کو جالیا۔ نور جہاں ہنس رہی تھی کہ کیسے چھکایا اور کتنا دوڑایا۔ منوہر خوش تھا کہ بدن جو آکار

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

لے رہا تھا اور کانسنی رنگت جو تیج دے رہی تھی اور کچے آم کی بو باس جو مہک رہی تھی وہ محظوظ ہوتا گیا۔ نور جہاں پہلے کی طرح اب کوئی سوکھی سڑی لڑکی نہ تھی اب تو اس میں ایک اُٹھان تھی۔ ایک بار دو تھی کہ ڈھونڈ لو فیتہ اور لگا دو آگ! وہ ایک زلزلہ تھی کہ جب جھٹکا لگے تو اندر کی قیمتی دھات باہر نکل آئے!

کیا نور جہاں سمجھ نہیں رہی ہے کہ یہ بچپن کا کھیل نہیں۔ اس کے کچھ اور اصول ہیں، الگ ضابطے ہیں وہ جو رام کشن پانی کے نل پر نور جہاں کا منتظر۔ تو کیا وہ نگاہوں کا مطلب نہیں سمجھتی۔ بغل والا چوہان کارپینٹر، جو کارپینٹ نہیں کرتا بلکہ رندے سے لکڑیاں چھیلتا ہے اس کا رندا کتنا تیز ہے۔ اس رندے سے کیا وہ فقط لکڑیاں ہی چھیلتا ہے؟ جب نور جہاں سامنے آئی تو رندا چلا دیا!

تو کیا نور جہاں پھر بھی انجان ہے؟

☆

اسکول جانے کے لئے میں نور جہاں کو بلانے جھونپڑے میں گیا۔ وہ گندے کپڑے پہن کر اپنی جانگھ کھجلا رہی تھی۔ ماں نے دیکھا تو چیخی ''کھُجا کیوں رہی ہے رانڈ۔ کتنی دفعہ بولی پیشاب کو پانی لیا کر'' نور جہاں میرے سامنے جھینپ گئی۔ اس کی ماں نے مجھے دیکھا تو بولی'' کیوں ری! تجھے اسکول نہیں جانا ہے چل تیار ہو۔''

وہ بولی ''مگر آج تو چھٹی ہے۔''

میں نے کہا ''نہیں تو کس نے کہہ دیا۔''

نور جہاں کی ماں نے کہا۔ ''کاہے کی چھٹی کیا تیرا باپ مر گیا ہے۔''

میں ایک ٹوٹی ہوئی کرسی پر بیٹھ گیا اور بستہ ایک طرف رکھ دیا اس کی ماں آنگن میں گوبر کے اُپلے تھاپنے چلی گئی۔ نور جہاں نے منہ ہاتھ دھوئے۔ منہ ہاتھ پونچھے اور مجھ سے بولی ''چھوٹے ٹھہرو ذرا میں کپڑے بدل لوں۔ نہیں تم جاؤ نہیں ذرا آنکھیں بند کر لو کھولنا نہیں جب تک میں نہ کہوں'' اور وہ کپڑے اتارنے لگی۔

میں تھوڑی دیر تک آنکھیں بند کئے کھڑا رہا۔ پھر اچانک مجھے چھینک آ گئی اور میری آنکھیں کھل گئیں تو میں نے جو دیکھا اس حالت میں نور جہاں کو دیکھ کر گھبرا سا گیا۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

نور جہاں نے فوراً قمیض اپنے سامنے کرلی تو لمحہ بھر کے لئے صرف اس کی بھری بھری کانسنی رنگ کی ٹانگیں ہی میرے سامنے رہ گئیں۔ ''تمہیں کہا تھا نا کہ آنکھیں نہیں کھولنا۔'' وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

جب ہم اسکول جانے لگے تو میں نے اس سے پوچھا۔ ''آج تو تمام سوالوں کے صحیح جواب دوگی نا نور جہاں۔''

''جب تم صحیح جواب دے سکتے ہو تو مجھے جواب دینے کی ضرورت کیا ہے۔ میری ناک سلامت ہے پکڑنا میری ناک اور مارنا چانٹا!''

''لیکن ایسا کب تک چلے گا۔''

''جب تک تم بڑے نہیں ہو جاتے۔''

☆

.....کھیل پھر شروع ہوا میں اور نور جہاں باتھ روم میں جا گھسے اور دروازہ بند کرلیا۔ دھک دھک دھک دھک کی تیز آواز جیسے چھاتیوں میں پانی کا پمپ چل رہا ہو.....ہم اس لڑکے کا انتظار کرنے لگے جو ہمیں ڈیپ کرنے آنے والا تھا۔ لیکن جب بہت دیر تک وہ نہ آیا تو میں نے اس سے کہا۔

''اب تم جاؤ نور جہاں تمہاری ماں آگئی ہوگی۔''

اس نے میری طرف دیکھا اور بولی ''تم نے جو اس دن ماسٹر کے کہنے پر میری ناک پکڑی تھی اور ایک طمانچہ جڑ دیا تھا تب مجھے تم پر بڑا غصہ آیا تھا۔''

میں بولا ''تم ابھی تک وہ بات نہیں بھولیں نور جہاں میں نے کوئی دل سے تو نہ مارا تھا ماسٹر نے کہا اس لئے مارا اور پھر تم نے سوال کا جواب بھی تو غلط دیا تھا میں کہاں قصوروار تھا تم سوال کا صحیح جواب دینا سیکھو پھر دیکھو کہ کون تمہاری ناک پکڑ کر چانٹا رسید کرتا ہے۔''

وہ ہنسی۔ ''تمہاری ایسی ہی باتیں تو مجھے اچھی لگتی ہیں چھوٹے میں تمہیں انعام دوں گی۔''

''.....کیا؟''

ان دنوں مجھے کافی انعامات ملتے تھے، ہر سال فرسٹ آنے پر والد صاحب کی طرف سے

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

ڈبیٹ میں، کھیل میں اسکول کی طرف سے، بھائی صاحب کی طرف سے۔ اس لئے میں پوچھ بیٹھا۔

''کب دوگی انعام۔''

''ابھی لو۔'' اور اس نے اپنے ہونٹ میرے ہونٹوں پر رکھ دیئے۔

پھر بولی ''میرا انعام پسند آیا۔''

''چھی۔ گندی لڑکی ہو تم'' میں نے منہ پھیر لیا تو وہ ہنستی ہوئی دروازہ کھول کر بھاگ گئی۔

''کل میں نہاؤں گی کل جمعہ ہے۔'' جاتے جاتے اس نے کہا۔

وہ چلی گئی..... پھر شام ہوگئی اب جو بادل گھر آئے تھے برس گئے۔

اور اب شام کے جھٹ پٹے نگلتی شب دیجور آ گئی تھی۔ غسل خانے کے پیچھے صابن کے جھاگ اور کائی کے چکلے والا گندے پانی کا چھوٹا سا ڈب بھر گیا تھا اور مینڈک ٹرٹرانے لگے تھے۔

☆

ڈیپ ڈاپ کا کھیل شروع تھا۔

داؤں دینے والا کریموا اپنی آنکھیں بند کئے کھڑا ہو گیا، لیکن آنکھیں کِکلی کر کے وہ دیکھ بھی تو رہا تھا! تمام بچے شتر مرغ کی طرح اِدھر اُدھر ریت میں گردن چھپائے ہوئے تھے کہ بہ یک وقت چھپے بھی تھے اور نظر بھی آ رہے تھے۔ کوئی دروازے کی آڑ میں، تو کوئی دیوار سے لگا ہوا،..... کوئی ڈرم کے پیچھے تو کوئی سیڑھی کے نیچے!

نور جہاں بھی اصطبل میں چھپ گئی۔ میں ٹوٹی ہوئی موٹر کار کے ڈھانچے کے پیچھے اُکڑوں بیٹھ گیا تھا۔ نور جہاں مجھ سے اتنے قریب تھی کہ اس کے دل کی دھڑکن میں سن رہا تھا کہ اچانک اسے نیچرل کال نے مجبور کیا..... اس نے ٹوہ لی اور محسوس کیا کہ آس پاس کوئی نہیں ہے۔ وہ فوراً شلوار نیچے کھسکا کر اکڑوں بیٹھ گئی اور پیشاب کرنے لگی۔

شُر کی تیز آواز سے سناٹا ٹوٹنے لگا۔

میں سامنے ہی بیٹھا تھا۔ جب وہ اٹھ کر شلوار باندھنے لگی تو میں اچانک اس کے سامنے آیا، وہ لمحہ بھر کے لئے ٹھٹک گئی۔ میں ایسے خوش تھا جیسے مجھے کوئی خزانہ مل گیا ہو!

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

''میں نے تو سب دیکھ لیا'' میں نے اپنی فتح کا اعلان کیا۔

''وہ شرما گئی، پہلے اس کی ناک کا سینڈا لال ہوا، پھر پورا چہرہ سرخ ہوا لیکن چند ثانیوں بعد اس نے میری ناک پکڑ کر ہلائی اور بولی ''چھوٹے! تو تو سچ مچ بڑا ہو گیا رے!''

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

چاند میرے آجا

ڈاکٹر ارشد نے اخبار میں خبر پڑھ کر اپنی بیوی رضیہ سے کہا۔

''کچھ سنا تم نے، ہمارا جو چاند ہے وہ یوری نس والے مانگ رہے ہیں۔''

''کیا۔ کیا میں سمجھی نہیں۔''

''ارے بابا، ہمارا جو یہ چاند ہے، یعنی ہماری زمین کا چاند جسے دیکھ کر ہم عشق کرتے ہیں جس کی چاندنی ہم چھت پر چڑھ کر دودھ میں اتارتے ہیں سمندر جسے پانے کے لئے مچلتا ہے چکور جس کے چکر کاٹتا ہے وہی چاند، چکی پیسنے والی بڑھیا کا چاند، اور وہ چاند جس کی زمین پر آرم اسٹرانگ نے پہلا قدم رکھا اور کچھ کہوں۔''

اتنے میں کیا ہوا کہ چاند بادلوں کی اوٹ سے نکل کر کھڑکی میں آ گیا اور دونوں کی گفتگو سننے لگا۔

''ہاں تو میں کہہ رہا تھا یوری نس ایک سیارہ ہے وہاں کوئی مخلوق ہے۔''

''مگر ابھی تک تو سنا تھا کہ کسی اور سیارے میں مخلوق نہیں۔''

''ہاں! مگر پتہ چلا ہے کہ وہاں مخلوق ہے اور وہ صدیوں سے ہمیں اشارے کر رہی ہے سگنل دے رہی ہے مگر کون ان کا سگنل سمجھتا۔''

ہمیں تو بہت سے دوسرے کام ہیں ہمیں تو اپنی روٹی کا جگاڑ کرنا ہے، ہمیں تو اپنی کرسی بچانی ہے ہمیں تو غیر کی دال اپنی روٹی پر کھینچنی ہے ہمیں تو دوست کی ٹوپی اچھالنی ہے، ہمیں تو خرگوش کی

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

طرح دوڑ کر پھر سو جانا ہے۔"

"ارے بھئی میں سمجھ گئی اب آگے بھی تو بڑھیے۔"

"ہاں تو اب ہمیں لگتا ہے کہ ہم ان کے سگنل سمجھنے کے قابل ہو گئے ہیں اور اب ہمیں پتہ چلا ہے کہ وہ لوگ برسوں سے ہمارے چاند کو مانگ رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے ایک چاند کے بدلے وہ ہمیں دو چاند دیں گے، ایک نہیں دو!"

"او، مائی گاڈ۔ دو چاند یعنی آسمان پر دو چاند نکلا کریں گے اچھا یہ تو بتلایئے جی کہ وہ دو چاند کہاں سے لائیں گے۔"

"کہاں سے لائیں گے؟ ارے ان کے پاس آل ریڈی پندرہ چاند ہیں!"

"اللہ! پندرہ چاند۔ لیکن کیا ہم انہیں اپنا چاند دے دیں گے؟"

"کیوں دے دیں گے کیا ہمارا چاند کوئی مٹی کا ٹھیکرا ہے کہ مانگا اور دے دیا شاعر پریشان ہیں مچھیرے حیران ہیں اور پھر ہماری روایات کا کیا ہوگا اور ہمارے عشق کا اور چاند سے چہرے والی تشبیہہ کا اور اس مدوجزر کا کیا ہوگا جو چاند کے بغیر نہ اٹھ سکتا ہے نہ بیٹھ سکتا ہے اور آدھی رات والے اس جنون کا کیا ہوگا؟ جو تیشہ اٹھا کر پہاڑ سے نہر نکالتا ہے۔"

"آپ نے بڑی عجیب وغریب خبر سنائی مگر یہ تو بتایئے وہ بڑھیا وہ چاند کی بڑھیا کیا کہتی ہے؟"

"تم تو رضیہ بچوں جیسی باتیں کرتی ہو ارے وہاں کوئی بڑھیا تھوڑے ہی ہے۔"

"چلو ہٹو جی وہاں صدیوں سے بڑھیا رہتی ہے اسے اب اگر بے گھر بار کر دیا ہو تو الگ بات ہے۔"

"ارے بھئی! اب تمہیں کیا بتائیں آرم اسٹرانگ نے جب چاند پر قدم رکھا تو وہ وہاں نہیں تھی۔"

"اچھا تو وہ وہاں نہیں تھی اسی لئے وہاں نہیں ہے۔ اور ہم صدیوں سے اسے یہاں سے دیکھ رہے ہیں اس خیال کا کیا؟"

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

''خیال تو رضیہ خیال ہی ہوتا ہے نا! حقیقت تو نہیں ہوتی!''

''یہ یوری انس والے کون ہوتے ہیں جی ہمارے تخیلات، روایات اور خوابوں کو توڑنے والے انہیں سبق سکھانا چاہیے خیر مجھے اتنا بتا دیجئے کہ یوری نس والے دو چاند کیوں دے رہے ہیں۔''

''ایک چاند تو ہمارے چاند کے بدلے میں، دوسرا ہمارے لئے تحفہ!''

''اچھا یہ تو بڑے دانی لوگ لگتے ہیں۔''

''اور کافی مالدار ہیں کیونکہ شاید تم نہیں جانتیں وہ دونوں چاند گولڈ کے ہیں پورے گولڈ کے ۲۲ کریٹ کے نہیں خالص سونے کے۔''

''اللہ تب تو سونا سستا ہو جائے گا ہے نا جی؟''

''ہاں ہاں شاید اتنا سستا کہ کوئی پوچھے گا بھی نہیں۔''

''سستا ہو بھی جائے تو سونا سونا ہے اس کی قدر کم تھوڑے ہوگی۔''

''کیوں سستا ہو جانے پر قدر کم کیوں نہیں ہوگی ہو سکتا ہے اس وقت لوہا مہنگا ہو جائے گا اور عورتیں لوہے کے زیورات پہنیں۔''

''یعنی سنار لوہار بن جائیں یہ بھی خوب کہی بھئی آج تو آپ نے نہال کر دیا۔''

☆

ایک تیز رفتار موٹر سائیکل ایک زناٹے کے ساتھ گزرتی ہوئی ہوا سے باتیں کرتی ہوئی! نازو کپڑے تبدیل کر کے آئینہ کے سامنے کھڑی تھی کہ ماں کی آواز آئی۔

''نازو ذرا سبزی دیکھنا میں کا کی سے بات کر کے آتی ہوں۔''

نازو نے سوچا ''ماں اب گھنٹہ بھر چاند کے بارے میں باتیں کرے گی اور کون دیکھے گا سبزی میں تو آئینہ دیکھوں گی۔''

آئینے کا سچ نازو کا سچ ہو گیا چپکے سے ذرا چہرہ گھمایا گردن جھکائی اور اپنے خدوخال پر دھیان گیا کہ ممی کی آواز ''نازو! میں نے تجھے سبزی دیکھنے کے لئے کہا تھا نا! اللہ ماں تو جل گئی سبزی، پرسوں دودھ بھی ابھن گیا تھا اسی لئے میں کسی کام کو کہتی نہیں کہاں رہتے ہیں ہوش وحواس

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

اتنی بڑی ہوگئی ہے گھوڑی کہ گھوڑی پر کیا کر رہی تھی؟ کیا کر رہی تھی آخر؟''

وہ کیا بتائے کہ کیا کر رہی تھی۔ اور کیوں کر رہی تھی، اتنا ہی سمجھ پاتی تو سارا معمہ حل نہ ہو جاتا۔ بس ایسا لگتا جیسے کوئی ان کہا احساس اندر ہی اندر بھر مار رہا ہو سب کچھ بدلا بدلا سا کسی تبدیلی پر وہ تھری لایزڈکس پر حیرت زدہ کسی تبدیلی پر کچھ نہ سمجھ پانے کی مجبوری میں آنکھوں میں نمکین آنسو ماں باپ بھائی بہن کے بیچ اس کی ایک الگ ہی دنیا آباد ہو رہی ہے جس سے کسی کو سروکار نہیں!

☆

ایک تیز رفتار موٹر سائیکل زوں کی آواز کے ساتھ گزر گئی جیسے یہ جا وہ جا! یعنی گدھے کے سر سے سینگ کی طرح موجود بھی غائب بھی!

دیر تک اسے نیند نہ آئی!

سو گیا ہوگا کیا وہ لڑکا؟ کہ جاگتا ہوگا، زناٹے بھرتا ہوگا کہ زوں زوں کر کے موٹر سائیکل پھٹپھٹاتا ہوگا؟.....

لو لیٹر کے الفاظ نازو کو ناؤن کی ڈیفی نیشن کی طرح یاد ہو گئے تھے۔ پیار کیا ہوتا ہے؟ کیا پیار ہوا کے جھونکے کی طرح ہوتا کہ آیا اور بال بکھرا دئے کہ جھولا اور کپڑے لست پست کر دئے کہ ملا اور کسی اندھیرے کونے میں بری طرح بھنبھوڑ ڈالا شاید ہاں! شاید نہیں!!

دیدی ان معنوں میں اس کا آدرش تھی پیار آخر کیا ہوتا ہے یہ کیا دل میں جو گرتا ہے بدن میں بنتا بگڑتا ہے احساس جب دھندلکے بن جاتے ہیں جذبے جب جھٹپٹے رہ جاتے ہیں کیا اسی کا نام پیار ہے دیدی اسے ہمیشہ پراسرار لگی اور وہ مایا کو ہمیشہ دیدی سے متعلق کریدتی رہی وہ اسے دیکھتی کبھی ناول پڑھنے کبھی بریسیر کستے کبھی بالوں میں گجرا لگاتے کبھی گنگناتے جیسے اسے خزانہ مل گیا ہو.....!

سو گیا ہوگا وہ لڑکا؟ کہ جاگتا ہوگا؟ کہ فراٹے بھرتا ہوگا موٹر سائیکل پر!

نازو نے آج ضد کر کے ساری بلاؤز پہنا تھا ورنہ ہمیشہ شلوار قمیض! وہ دھما چوکڑی مچانے والی لڑکی تھی اسکرٹ بلاؤز یا شلوار قمیض والی بات دیگر ہے لیکن ساری بلاوز میں دھما چوکڑی مچائیں

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

تو ساری ایک عجیب انداز میں احتجاج کرتی ہے مایا نے اس کی بڑی تعریف کی ساری کا پلو درست کیا فال سدھارے ایک دو چٹکیاں بھی کاٹیں نازو نے ہا ہو کر کے چلایا بھی آگے سے نیچے سے اور پیچھے سے اوپر ہو جانے والی ساری کا گھیر درست کیا بلاؤز کے اندر بریسیئر کو چھوا پھر ایک دو گال گچے توڑے نازو لال پھٹک! وہ مایا کے پیچھے دوڑی تو مایا جانے کہاں جا چھپی!

☆

ڈاکٹر ارشد سے رضیہ نے پوچھا "چاند کا کیا ہوا؟"

"ابھی تک سوچ وچار چل رہا ہے کہ چاند دیں کہ نہ دیں کل تو چاند کھڑکی میں آیا تھا یعنی ابھی کوئی ایسی بات نہیں ہوئی۔"

"مگر اپنے چاند میں ان کو اتنی دلچسپی کیسے پیدا ہو گئی اپنا چاند ان کے کس کام آئے گا۔"

"ہو گا اپنے چاند میں کچھ ایسا جوان کے لئے قیمتی ہو گا چاند صدیوں سے ہمارے کام آتا رہا ہے آئے گا ان کے بھی کام، کچھ نہ کچھ۔"

"مگر ہمارے تو سارے بت اوندھے منہ گر پڑیں گے ہومر اور کالیداس کا چاند بے گانہ ہو جائے گا۔"

"کچھ بھی ہو سکتا ہے، سمندر میں طوفان زمین صفا چٹ۔"

"اللہ پھر؟"

"ابھی تو سوچ وچار چل رہا ہے۔"

☆

حسب معمول وہ لڑکا بالکونی میں کھڑا تھا لڑکا جانتا ہے کہ نازو کب لوٹتی ہے وہ بالکونی میں آئی لڑکے کے ہاتھ میں اخبار اس نے بالوں پر ہاتھ پھیرا، نازو بالکونی سے متصل باتھ روم میں چلی گئی روشندان سے جھانکا تو وہ لڑکا جہاں کا تہاں کھڑا تھا۔ اُف خدایا! لوگ چاند پر پہنچ گئے اور یہ لڑکا!

نازو نے اپنے آپ کو بڑے پیار سے چیک کیا وہ روز روز سانچے میں ڈھلتی جا رہی تھی۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

کون تھا جو اسے اتنی فرصت سے ڈھال رہا تھا۔ وہ کون تھا جو اس کے اندر چھپا بیٹھا تھا اور سامنے نہیں آتا تھا۔

''نازو کب تک نہاؤ گی؟ کتنی دیر ہوگئی۔''

نازو جیسے پرندہ تھی کہ اڑتے اڑتے زمین پر گر گئی اس نے سوچا بس یہی پریشانی ہے باتھ روم جاؤ تو مشکل نہ جاؤ تو مشکل اس نے فوراً شاور کا نل پورا کھول دیا پانی اس کے جسم پر ملے ہوئے صابن کا سارا جھاگ بہالے گیا اپنے آپ کو تولئے میں لپیٹ کر باہر آئی تو دیکھا لڑکا پھر بالکونی میں وہ جانتا تھا کہ نازو نہا کر نکلے گی نازو کو لگا تولئے کے اندر کا کروچ گھس آیا ہے وہ اچھل کر بھاگی تولیہ بدن سے چھوٹتے چھوٹتے بچا۔

ماں نے پوچھا۔ ''کیا ہوا ناچ کیوں رہی ہو؟''

''وہ بولی۔ ''کاکروچ''

ماں نے کہا ''دوا تو میں نے کل ہی ماری تھی باتھ روم میں کاکروچ کہاں سے آ گیا۔''

پاپا بولے ''میں نے صبح نہایا تو ایک بھی کاکروچ نہیں تھا۔''

☆

سارے میں شور بپا ہے آ رہی ہے موٹر سائیکل کہ جا رہی ہے پتہ نہیں ہیلمیٹ پہن کر لڑکا چلا رہا ہے موٹر سائیکل چہرہ مہرہ تو رفتار ہے اور رفتار ہی پیار ہے!

کاش کہ نیند کی بطخ آج بھی سونے کا انڈہ دے دن کے اجالے میں انڈے پھوٹ جائیں چوزے چوں چوں کرنے لگیں ایک سنسنی سی رگ و پے میں دوڑ جائے اجالا بھی بھلا لگے اور اندھیرے پر بھی پیار آئے کاش وقت تھم جائے کپ کی آئس کریم کپ میں جم جائے اتنا پانی برسے کہ سارا بچپن اس میں بہہ جائے یہ جھینپ یہ جھجک ختم ہو جائے اور جب بدن نرمل ہو تو لگے جیسے نیا جنم ہوا ہے۔

''مجھے میرے بارے میں بتاؤ لڑکے۔''

''تم میری زندگی ہو ڈارلنگ دیکھو میں تمہارے پیار میں یاجوج ماجوج کی طرح دیوار چاٹ رہا ہوں یہ دیوار کبھی تو پتلی ہوگی کبھی تو گرے گی ہزار پہرے ہیں مگر میں تنہا اکیلا اپنی موٹر

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

سائیکل پر کوہ کنی کے لئے نکل پڑا ہوں یہ دیکھو میرا تیشہ وہ رہا پہاڑ نکالوں گا نہر چاند تارے ہی کیا میں پوری نس تک جاؤں گا اور تمہارے قدموں میں تارے بچھادوں گا ان تاروں کو میں ایک کنستر کیروسین یا دو جوڑی کپڑوں کے عوض نہیں بیچوں گا خاطر جمع رکھو ایک نہ ایک دن یہ دیواریں ڈھیہہ جائیں گی

تب میں تمہیں بتاؤں گا کہ تم کیا ہو؟''

''میرے کانوں میں سناٹا بجتا ہے لڑکے۔''

''میں دیوار چاٹ رہا ہوں میں نہر کھود رہا ہوں میں اپنی موٹر سائیکل پر ساری کائنات کا ایک چکر لگا کر واپس آنا چاہتا ہوں ڈارلنگ ڈونٹ وری ویٹ سم ٹائم۔''

☆

جب نازو کے پیڑو میں درد اٹھا تھا تو ماں نے کہا تھا ''اب تمہاری مصیبت کے دن آ گئے۔'' اور سچ مچ مصیبت کے دن آ گئے تھے وہ اکیلی ہوگئی بیڈ روم میں ماں کی پھسپھساہٹ اور باپ کی مرمرنگ کے بیچ دل کی محل سرا اور بھی سونی ہو جاتی ہے اور وہ ایک جزیرے میں تبدیل ہو کر ڈولتی ابھرتی رہتی ہے۔ چاروں طرف پانی ہی پانی ہوتا ہے اور ایسے میں اس کے پاس کوئی مٹی کا گھڑا بھی نہیں کہ پار لگا دے۔

اور تبھی بالکونی میں لڑکا نمودار ہوا گلی سونی تھی ایک انجانی زبان میں گفتگو شروع ہوگئی اس نے بالکونی سے اترنے کا اشارہ کیا اترے یا نہ اترے آخر کب تک نہ اترے ایک دن تو اترنا ہی پڑے گا ورنہ سارے دروازے بند ہو جائیں گے لڑکا رسی کے ذریعے بالکونی میں آیا نازو کا اوپر کا دم اوپر اور نیچے کا دم نیچے رہ گیا جب لڑکا اس کی بالکونی میں اترا تو جیسے آرم اسٹرانگ چاند کی زمین پر اترا۔

نازو کا دل سارے بدن میں دھڑک رہا تھا لڑکے نے اسے اپنی طرف کھینچا اور دوسرے ہی لمحہ کیا ہوا کہ جیسے ایک کہکشاں چاند تک بچھی تھی اور ایک تیز رفتار موٹر سائیکل اس پر آگے بڑھ رہی تھی شور اتنا شدید تھا کہ پوری بستی میں بھر گیا تھا لگتا تھا جیسے پوری فضا میں حلول کر گیا ہو۔

تبھی ایک ٹریفک پولس نے دوسرے سے پوچھا۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

''موٹر سائیکل کی رفتار آواز کی رفتار سے زیادہ تیز تو نہیں تھی ورنہ تیری اور میری خیر نہیں۔''

☆

ڈاکٹر ارشد دو دن پہلے ایک ادبی نشست میں شریک ہوئے تھے وہاں جو کلام سنایا گیا اس میں عشقیہ کلام بالکل بھی نہیں تھا انہیں حیرت ہوئی جب انہوں نے چند شعراء سے اس کا تذکرہ کیا تو وہ بولے۔

''کیسے ہوگا عشق کا ذکر جلد ہی ہمارا چاند ہم سے جدا ہونے والا ہے۔''

ڈاکٹر ارشد نے اس بات پر کف افسوس ملا اور گھر لوٹ آئے گھر آ کر انہوں نے غفور چاچا کا بلڈ پریشر چیک کیا تو حیرت سے بولے'' آپ کا بلڈ پریشر کافی بڑھا ہوا ہے آپ دوائیاں تو وقت پر لے رہے ہیں نا؟''

''ہاں بھئی!'' بلڈ پریشر کے بڑھنے پر غفور چاچا کو کوئی تشویش نہیں تھی ان کی پریشانی الگ تھی انہوں نے کہا'' میں رویئت ہلال کمیٹی کا چیرمین ہوں اور پس وپیش میں ہوں اگر چاند بیچ دیا تو کیا ہوگا؟

''ابھی تک کوئی فیصلہ نہیں ہوا آپ کیوں پریشان ہیں۔''

''ارے فیصلے کو کتنا وقت لگتا ہے جو لوگ ملک بیچ سکتے ہیں ان کے لئے چاند بیچنا معمولی بات ہے۔''

چند ثانیوں بعد ڈاکٹر ارشد نے رضیہ کو آواز دی اور چائے لانے کے لئے کہا تو وہ اداس چہرہ لئے کمرے میں آ گئی اور اپنے دونوں ہاتھ کو اوپر نیچے کر کے فریم سا بنا لیا اور درمیان میں چہرہ لا کر جیسے ٹی وی کے سماچار سنانے لگی۔

''نازو گھر میں نہیں ہے زبردست سیلاب آیا ہے پانی خطرے کے نشان سے اور پر چڑھ گیا ہے باندھ سارے ٹوٹ گئے ہیں آخر پانی کا زور کب تک اپنے پشتے سلامت رکھتا۔''

ڈاکٹر ارشد کے ایک سوال کے جواب میں رضیہ نے بتایا کہ اس نے نازو کو ہر جگہ ڈھونڈا مگر وہ نہیں ملی۔ رضیہ نے سوچا شاید یہ باندھ کچا تھا لیکن پڑوسی نے کہا'' باندھ کچا نہیں تھا اب کے

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

سیلاب ہی بھرپور آیا تھا۔

اس خبر سے جیسے سب کو سانپ سونگھ گیا ارشد نے چند ثانیوں بعد رضیہ سے پوچھا ''تم نے نازو کو کائنات میں تلاش کیا؟''

رضیہ بولی ''نہیں! مگر ہم سماج کا کس طرح سامنا کریں گے میرے لئے تو یہ اس دھماکے سے بھی بڑا دھماکہ ہے جو دنیا کی تخلیق کے وقت ہوا تھا۔''

ڈاکٹر ارشد نے دلاسہ دیا ''نازو آخر جائے گی کہاں کائنات میں کہیں نہ کہیں تو ہوگی! آج اس کا بھاگ جانا کوئی مطلب نہیں رکھتا ہم اسے تلاش کرلیں گے کیونکہ کائنات سمٹ کر گلوبل ولیج بن گئی ہے۔

''لیکن آج کی سب سے بڑی خبر پر آپ نے دھیان کیوں نہیں دیا کہ ہمارا چاند چرا لیا گیا ہے۔ بریکنگ نیوز تو یہ ہے۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

تیرتھ

جب میں میٹر گیج پر چلنے والی واسکوڈی گاما ایکسپریس میں سوار ہوئی تو سامنے ایک سرخ آنکھوں والا توندیل شخص نیم دراز تھا۔ چار برتھ والا وہ فرسٹ کلاس کا چھوٹا سا کمپارٹمنٹ تھا۔ ٹرین نے جب اسٹیشن چھوڑا تو پلیٹ فارم پر مدن ہاتھ ہلا کر سی آف کر رہا تھا اور اس کی جیپ جنگلے کے باہر کھڑی تھی۔

ٹرین نے جب ذرا رفتار پکڑ لی تو وہ توندیل شخص سرور انگیز لہجے میں بولا۔

''بہن جی! میری ایک بہن تھی۔ بالکل آپ جیسی!'' اسکے منہ سے کاجو فینی کا تیز بھپکا اڑا۔ وہ مجھے شاید بانگڑا فرائے مچھلی ہی سمجھ رہا تھا۔ مجھے بہن جی کا تخاطب ایک گالی جیسا لگا۔ میں نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیا۔

''میرا بھی ایک بھائی تھا۔''

''تھا.....!'' اس شخص نے ہمدردی بھرے لہجے میں حیرت کا اظہار کیا۔

''ہاں! میرا بھائی فوج میں تھا۔ حمید نام تھا اس کا، جنگ میں شہید ہو گیا۔''

''جانے والے کبھی لوٹ کر نہیں آتے بہن!'' حالانکہ شاید اس کے تئیں وہ مجھے دلاسہ دے رہا تھا مگر مجھے لگا اس کی رال یہاں سے وہاں تک ٹپک رہی ہے۔

''آپ مجھے ہی اپنا بھائی سمجھ لیجئے۔''

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

''نہیں سمجھ سکتی'' میرا لہجہ کٹھور تھا۔ ''کیوں سمجھوں، کوئی زبردستی ہے!''

وہ خفت زدہ چہرہ لئے ڈھیٹ پنے سے بولا۔ ''کیوں بہن! کیا میں تمہارے بھائی جیسا نہیں ہوں۔''

میں نے فوراً ٹرکا دیا۔ ''کیا آپ اپنی بہن کے ساتھ کبھی سوئے ہیں؟''

''جی!'' اس شخص نے ایسا تاثر دیا جیسے اس پر حیرتوں کا پہاڑ ٹوٹ پڑا ہو۔

''یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں!''

''میں ٹھیک ہی کہہ رہی ہوں۔ میں اپنے بھائی کے ساتھ کئی بار ہمبستر ہوئی ہوں۔ کیا آپ بھی .....؟''

اس ادھیر شخص کا نشہ کافور ہو چکا تھا۔ میں کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔ ٹرین نے تیز سیٹی بجائی۔ اب وہ کسی ٹنل میں داخل ہو رہی تھی۔

میں نے سوچا کہ ٹرین کسی نامعلوم مہیب ٹنل میں داخل ہو جائے اور پھر نکلے بھی نہیں تو مزا آجائے!

☆

گووا میں مدن جنگلات کے محکمے میں افسر ہے۔ میں اس کے پاس سے لوٹ رہی ہوں۔ کل رات جب میں بستر میں آئی اور مدن نے مجھے آٹے کی طرح گوندھنا شروع کیا تو میں نے کہا۔ ''میں تو گندھی گندھائی ہوں۔'' ''تم صرف روٹی بیلو، اگر بیل سکو!''

لیکن مدن کے پاس نہ تو پولیاٹ تھا نہ بیلن، اس نے مجھے چادر پر چادر کی طرح پھیلا دیا۔ تبھی اچانک مجھے میرا شوہر یاد آ گیا۔ میں گووا مدن کے پاس تیرتھ کے لئے آئی تھی۔ اب یہ الگ بات ہے کہ کیا میرے سارے گناہ دھل گئے؟

ہاں تو میں کہہ رہی تھی کہ اچانک مجھے میرا شوہر یاد آ گیا اور ساتھ ہی یاد آئی مدن کی سڈول بدن پر کشش ۵۳ سالہ بیوہ ماں۔ مجھے یاد آیا وہ منظر..... اپنے شوہر کا مدن کی ماں کے ساتھ ہم بستر

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

ہونا۔ایک حیرت انگیز تجربہ تھا۔اس وقت مجھے بالکل برا نہیں لگا تھا کیونکہ جسمانی تعلقات سے متعلق میرا اپنا فلسفہ تھا۔لیکن یہ واقعہ بعد میں میری زندگی میں اہمیت اختیار کر گیا کیونکہ میں اپنی آزادانہ سوچ کو دبا کر سماجی رواج اور پابندیوں کے دائرے میں رہ کر زندگی جینے سے متعلق سوچنے لگی تھی اور ایسے میں اس واقعہ نے میرے اندر دبی ہوئی سوچ کو پھر سے ابھار دیا تھا۔نہ صرف ابھارا تھا بلکہ آزاد سوچ کو بڑھاوا بھی دیا تھا۔

میں نے مدن سے کہا تھا۔''اگر بدن کے خدوخال ڈھکے رہیں تو کیا خاک خوبصورتی پیدا ہوتی ہے۔یہ غلط ضابطہ اخلاقیات کے ٹھیکیداروں کا ہے۔حقیقت کو اگر برہنہ دیکھا جائے تو پہلی نظر میں وہ بھدی دکھائی دیتی ہے۔بھدی اور کراہیت آمیز لیکن بعد میں حسن پور پور سے پھوٹتا ہے۔''

مدن مجھے بھوگنا بھی چاہتا ہے اور یہ جتانا بھی چاہتا ہے کہ ہم گناہ کر رہے ہیں۔جب احساس گناہ ہو تو کسی طرح کے آنند سے ہم کیونکر لطف اندوز ہو سکتے ہیں۔مدن نے کہا تھا۔''پتہ نہیں دل میں ایک بات بار بار آتی ہے کہ میں اگر تمہارا شوہر ہوتا اور تمہارا شوہر میری جگہ ہوتا تو؟ پتہ نہیں کیوں لگتا ہے کہ کچھ غلط ہو رہا ہے۔''

''مدن!''میں نے اس سے کہا تھا۔''اگر میں ترس کھانے والوں میں ہوتی تو یہاں آتی ہی کیوں ..... چھوئی موئی سی گھریلو عورت کی طرح بنی ٹھنی گھر میں نہ پڑی رہتی۔روٹی بیلتی تو چوڑیاں کھنکتیں، کان کی بالیاں ہلتیں، دال کھاتی تو گال آتے، گوش (گوشت) کھاتی تو ہوش آتا، ایک چولہا ہوتا، ایک اولا، چاول چولہے پر پکتے، پھر دم پر رکھنے کے لئے جب میں اسے اولے پر رکھ دیتی تو آج کی طرح نہیں کوکر کی ڈھائی تین سیٹیوں کا انتظار کرتی۔میں چولہے پر توا رکھتی۔جب روٹیاں تیار ہو جاتیں تو انہیں چولہے کی دیوار سے لگا کر آگ پر سینکتی۔چولہے کی آنچ کم زیادہ کرتی، روٹی کا پوپڑا نکلتا تو کھانے میں کرکرا لگتا۔جب توے کو چولہے سے اتار کر الٹا رکھتی تو، تو اہنستا!

مدن! اگر میں ترس کھانے والوں میں ہوتی تو یہاں آتی ہی کیوں؟ میں تو تمہارے سامنے

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

ایک آزاد خیال عورت کی صورت آئی تھی۔ تم نے ایک اچھے سیلز مین کی طرح مجھے جسمانی آنند کا گاہک بنالیا تھا اور اب یہ تم جو کہہ رہے ہو کہ ہم کچھ غلط کر رہے ہیں تو اعتراف کرو کہ تم میں احساس گناہ جاگ رہا ہے۔"

مدن نے جھلا کر کہا تھا۔ "سمجھ میں نہیں آتا کہ تمہارے اور میرے درمیان جو جسمانی رشتہ ہے وہ سماج کی کس اکائی میں آتا ہے۔ میرے شوہر اور تمہاری ماں کے بیچ جو جسمانی رشتہ ہے وہ کس اکائی میں آتا ہے؟"

مدن شاید اندر سے کانپ گیا۔

میں نے اس کی انانیت کے گرم لوہے پر چوٹ کی۔

"کیوں؟ کیا تم سمجھتے ہو تمہاری ماں ایسا نہیں کر سکتی، میرے بچے سمجھتے ہیں کہ ان کی ماں ایسا نہیں کر سکتی۔ تمہاری ماں سمجھتی ہوگی کہ تم ایسا نہیں کر سکتے۔ میں سمجھتی ہوں کہ میرا شوہر ایسا نہیں کر سکتا۔ میرا شوہر سمجھتا ہے کہ اس کی بیوی یعنی میں ایسا نہیں کر سکتی۔ لیکن ہم، ہم سب ایسا کر رہے ہیں۔ میں پوچھتی ہوں یہ سب سماج کی کس اکائی میں فٹ بیٹھتا ہے۔ جسموں کو بھوگنے کے لئے کسی رشتے کی ضرورت نہیں ہوتی مدن، ضرورت ہوتی ہے مخصوص حالات اور ایک دوسرے کی مرضی کی۔ میں نہیں چاہتی کہ ہمارے تعلقات کسی نام کے محتاج رہیں، جہاں دو افراد کے درمیان رونما ہونے والے کام میں مرضی کا دخل نہیں ہے، وہیں گناہ سرزد ہوتا ہے۔"

☆

ٹرین شاید ایک اور ٹنل میں داخل ہو رہی ہے یا شاید نکل رہی ہے۔

رشتے میں حمید میرا بھائی لگتا تھا۔ لیکن جب تک ہم بھائی بہن کے رشتے کو سمجھ پاتے تب تک ایک دوسرے کی تکمیل بن چکے تھے۔ میں اسے ہمیشہ کے لئے اپنا بنالینا چاہتی تھی لیکن ایسا نہیں ہوا اور پھر ایک دن وہ جنگ میں کسی مورچے پر شہید ہو گیا۔

برسوں سے میں ایک خواب دیکھتی آئی تھی کہ سمندر جھاگ چھوڑ رہا ہے، ہاتھی کی طرح چنگھاڑ

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

رہا ہے یا کہ جیسے کھانے کو دوڑ رہا ہے۔ میں ساحل کی ریت پر گھروندہ بنا رہی ہوں..... دور ساحل پر ریستوراں کے لان میں چھتریوں کے نیچے میرے والدین کولڈ کافی سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔ میں گھروندہ بنانے میں منہمک، ایک چھوٹی بچی کے قالب میں ڈھل گئی ہوں اور کوئی جیسے میرے قریب آ کھڑا ہوا ہے۔ میں چونک کر اسے دیکھتی ہوں۔ وہ شخص مسکراتا ہے، میں بھی مسکراتی ہوں، پھر اچانک وہ غائب ہو جاتا ہے۔ پتہ نہیں اسے زمین کھا لیتی ہے یا آسمان نگل جاتا ہے۔ میں گھبرا جاتی ہوں۔ دوڑ کر والدین کے پاس آتی ہوں اور اس شخص کے نظر آنے اور پھر غائب ہو جانے سے متعلق بتاتی ہوں! ماں باپ کرسیوں سے اٹھ کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور ہکا بکا میری انگلی کی سیدھ میں ساحل کی طرف دیکھنے لگتے ہیں، جہاں کوئی نہیں ہے۔ بس سمندر جھاگ چھوڑ رہا ہے۔

کون تھا؟ اس نے تم سے کچھ پوچھا تو نہیں؟ تم نے اس سے کچھ کہا تو نہیں؟ اس نے تم کو کچھ دیا تو نہیں؟ تم نے اس کا دیا کچھ کھایا تو نہیں؟

ماں نے مجھے اپنے بدن سے چمٹا لیا۔ شاید میں ڈر گئی تھی مگر دھیرے دھیرے یہ خواب مجھے مہینہ پندرہ دن کے وقفے سے بار بار نظر آنے لگا۔ عمر کے ساتھ ساتھ، میں بڑی ہوتی گئی، مگر وہ شخص اتنا ہی بڑا، اسی مسکراہٹ کے ساتھ! کبھی سڑک پر، کبھی اسکول کے گیٹ کے پاس نظر آتا۔ اور بعد میں میں پھر کبھی اس سے نہیں گھبرائی۔ اب تو یہ ہونے لگا کہ اگر کسی دن وہ شخص نظر نہ آتا تو تشویش ہونے لگتی۔ میری بے قراری بڑھ جاتی۔ اب وہ ایک دو باتیں بھی کرنے لگا تھا۔ جیسے ''میں تمہارا کب سے منتظر ہوں، چلو میرے ساتھ ہم اس بکھیڑے سے دور نکل جائیں۔ صدیوں سے میں تمہارے لئے رکا ہوں ورنہ کب کا نکل چکا ہوتا۔''

اور پھر ایک دن حمید پتہ نہیں کس مورچے پر لڑ رہا تھا کہ وہ شخص آیا اور بولا۔ ''چلو چلو! بالکل وقت نہیں ہے۔''

''ٹھہرو تو ذرا، دم تو لو، کہاں لئے جا رہے ہو؟'' میں نے حیرت سے پوچھا تو وہ بولا۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

''سب پتہ چل جائے گا۔تم میرا ہاتھ تو پکڑو!''

اور جیسے ہی میں نے اس کا ہاتھ پکڑا۔ہم ساحل سے سمندر کی طرف جانے لگے۔تیز طرار جھاگ چھوڑتی گرجتی لہروں پر چلنے لگے۔

''ارے یہ کیا! میں اس طرح پانی پر نہیں چل پاؤں گی!''

''تم چل تو رہی ہو!'' اور یہ کیا! واقعی میں چل رہی تھی۔پانی پر چل رہی تھی میں!

اور پھر میری نیند اچٹ گئی۔یہ ٹکڑے ٹکڑے نظر آنے والا خواب مجھے پھر کبھی دکھائی نہیں دیا۔

اور سچ بتاؤں پھر میں کبھی اس طرح کی نیند سوئی بھی نہیں! کیونکہ دوسرے دن خبر آئی کہ حمید شہید ہو چکا ہے۔اس وقت مدن چھوٹا تھا اور اس کی ماں بہت پر کشش۔جب اس کا بدن مہیب اندھیرے میں چاکلیٹ سا پگھلتا تھا۔

☆

جیپ میں میں اور مدن جنگلوں سے گزر رہے تھے تو مدن نے کہا۔

''اب تو جنگل میں مور بھی نہیں ناچتے۔''

''میرے اندر مور ناچ گیا تو سمجھوں گی کہ تیرتھ کر لیا اور مجھے جنگل سے کیا لینا دینا ہے؟''

''تم جنگل سے بڑی مایوس لگتی ہو ڈارلنگ!'' مدن نے مجھے پچکارا۔

تبھی دور سے ایک بارہ سنگھا دوڑتا ہوا آیا اور ہمیں دیکھ کر رک گیا۔کاجل لگی سیاہ آنکھیں پریشان تھیں۔وہ ہانپ رہا تھا۔

مدن نے اس سے پوچھا۔''کہاں بھاگے جا رہے ہو؟''

وہ بولا۔''میں بہت ڈرا ہوا ہوں، ہرنوں کی دھر پکڑ شروع ہے، کہیں میں دھر نہ لیا جاؤں؟''

''مگر تم تو بارہ سنگھا ہو، دھر پکڑ تو ہرنوں کی ہو رہی ہے۔پھر تم کیوں گھبراتے ہو؟''

میں نے حیرت سے پوچھا تو وہ بولا۔''گھبرانے کی تو بات ہی ہے۔اگر میرے ہرن ہونے کے ثبوت اکٹھا کر لئے گئے تو میں اکیلی جان کیا کروں گا؟''

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

اور اتنا کہہ کر وہ ایک طرف بھاگ لیا۔

مجھے لگتا ہے کہ ٹرین تو ٹنل سے کبھی کی نکل چکی مگر میں ٹنل میں ہی بھٹک رہی ہوں!

☆.....

گووا میں مدن کے ساتھ وہ میری آخری رات تھی۔

میں نے مدن سے کہا۔ ''میں نے دھوبی گھاٹ پر چار دن دھو کر لائے تھے۔ اُن پر ٹیگ بھی لگا تھا تمہارے نام کا۔''

''دن دھونے سے اچھا ہوتا کہ ہم راتیں دھو سکتے۔'' مدن نے جواب دیا تو میں بپھر گئی۔ ''بولنا مت! راتوں کی سیاہی کو دھونے کا پاگل پن میں کبھی نہیں کروں گی۔ کیونکہ میری راتیں داغدار نہیں اجلی ہیں اور انہیں میرا چاند اجالتا ہے۔ چاند جو حمید ہے۔''

''تم نے سنا ہوگا مدن، ایک دن مہاراج شمبھو سنگھ دربار میں سنہاسن پر بیٹھے تھے۔ منتری کامنا تھ بھی وہیں موجود تھے۔ اچانک ایک حسینہ دربار میں گھس آئی۔ وہ اتنے مہین وستر پہنے ہوئے تھی کہ اس کا انگ انگ نظر آ رہا تھا۔ اس کا بدن شہوت سے لرزاں تھا۔ وہ داہنے ہاتھ میں پکڑا گلاب کا پھول سونگھتی اور بار بار انگڑائیاں لیتی تھی تو جانتے ہو وہ حسینہ صرف شہوت سے مغلوب نہیں تھی۔ وہ معزز سماج کے ٹھیکیداروں کے بنائے ہوئے اصولوں پر تھوکنے آئی تھی۔

میں سوچنے لگی۔ اکثر لوگ بنی بنائی راہ پر چلتے رہتے ہیں اور مثال بننے سے کتراتے رہتے ہیں۔ مگر حمید جانتا تھا کہ موجودہ تہذیب کے ستون کن صداقتوں پر کھڑے ہیں اور یہ صداقتیں کس قدر کھوکھلی ہیں۔ ان ستونوں کو سہارا دینے کے لئے آج کا انسان اخلاقی اقدار کے زوال کو قصوروار ٹھہراتا ہے۔ اخلاقی اقدار تھے ہی کہاں جو زوال پذیر ہوتے؟ جو اقدار قدرت کے ضابطوں پر مبنی نہ ہو کر فلسفوں کے ضابطوں پر منحصر رہیں، اور جن کو پورا کرنا آدمی کے بس میں نہ ہو کیا انہیں اخلاقی اقدار کہنا چاہئے؟

''کہاں کھو گئیں؟'' مدن نے مجھے بانہوں میں بھر لیا اور بولا۔ ''دیکھو ڈارلنگ! جبکہ تم بے

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

لباس ہو چکی ہو، مگر بریسیئر کے نشانات اب بھی تمہارے بدن پر باقی ہیں۔ تمہارے خلئے یہاں وہاں سے دب گئے ہیں جہاں تم بریسیئر باندھتی ہو۔ دیکھو ڈارلنگ جبکہ تم بے لباس ہو، مگر پینٹی کے نشانات اب بھی تمہارے بدن پر کندہ ہیں۔ جانی بوجھی صداقتوں کی طرح اندھیرے میں چمکنے والی سچائیوں کی طرح!''

''یہی تو میرا المیہ ہے مدن کہ میں برہنہ ہو کر بھی برہنہ نہیں ہوں۔ میں سماجی ضابطوں کے خلاف نہیں ہوں بلکہ ان ضابطوں کو جس ڈھنگ سے ہوّا بنا کر عورت پر تھوپا گیا ہے ان کے خلاف ہوں۔ مگر افسوس اس بات کا ہے کہ چند ذاتی قوانین جو ہر انسان کو قدرت کے ضابطوں کے ساتھ اپنے اپنے ڈھنگ سے بنانے چاہئے تھے وہ بھی معاشرے نے ریڈی میڈ بنا کر ہمارے ہاتھوں میں تھما دیئے۔''

☆

مجھے آج واپس لوٹنا تھا۔ مدن ابھی تک جنگلوں سے نہیں لوٹا تھا میں اس کا بے چینی سے انتظار کر رہی تھی۔ مدن کو معلوم تھا کہ میں جانے والی ہوں مگر شاید وہ اس لالچ میں ہو کہ میں جاتے جاتے پھر ایک بار اسکی ہوس کا شکار بنوں۔ وقت بہت کم تھا وہ دوڑتا ہوا آیا۔ ''تم تیار ہونا، چلو!'' میرا سوٹ کیس اس نے جیپ پر لادا اور ہم اسٹیشن کی طرف چل پڑے۔

مدن کے ایک سوال کے جواب میں میں نے کہا۔ ''مدن تم بڑے ناک والے بنتے تھے مگر اب مجھ پر ایک چھلاوے کی صورت ظاہر ہو چکے ہو۔ میں یہاں اس مدن سے ملنے آئی تھی جو میرے شوہر کا سب سے کم عمر دوست تھا۔ مگر افسوس.....''

☆

ٹرین ایک ٹنل سے نکلتی تھی۔ ٹرین دوسرے ٹنل میں داخل ہوتی تھی۔ سیٹی ابھرتی تھی، پھر ڈوب جاتی تھی، بارہ سنگھا پریشان تھا۔ حسینہ گلاب کا پھول سونگھ رہی تھی اور میں سوچ رہی تھی کیا میں نے تیرتھ کر لیا؟

□

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

نعرہ

رمولا کے ڈیڈی ایک لا علاج بیماری میں مبتلا ہیں ..... انہیں سوتے جاگتے اپنے خلاف نعرے سنائی دیتے ہیں، نعرے لگانے والے لوگ بھیڑ میں تبدیل ہوتے ہیں، بھیڑ بڑھتی جاتی ہے۔

چندر کسی طرح رمولا سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ رمولا کے ڈیڈی کا خیال ہے کہ چندر فیکٹری کو اسی طرح چلا سکتا ہے جس طرح برسوں سے انہوں نے چلایا ہے وہ اسے گھر داماد بنانا چاہتے ہیں۔ چندر تیار بھی ہے لیکن رمولا مخالفت کرتی ہے۔

☆

رمولا کے ڈیڈی نے کپڑے اُتار دئے ہیں۔ الف برہنہ کھڑے ہیں۔ رمولا جانتی ہے، ڈیڈی جب پیتے ہیں تو خوب پیتے ہیں اور لڑکھڑانے لگتے ہیں تو کپڑے اُتار کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں 'لو میں نے کپڑے اُتار دئے ہیں، اب لڑکھڑاؤں گا بھی تو کیا کر لے گا کوئی میرا، ہے نا مینجر!''

مینجر سر ہلاتا ہے اسے سر ہلانے کا پیسہ ملتا ہے۔ رمولا دانت پیستی ہے۔ ڈیڈی نے سر ہلانے والوں کی ایک پوری ٹیم تیار کر لی ہے۔

سکریٹری اعلیٰ درجے کی شراب گلاسوں میں بھر رہا ہے۔

ڈیڈی کی برہنگی اور سڑک پر کھڑے بھکاری کی برہنگی میں اب رمولا فرق کرنے لگی ہے۔

کپڑے اتار کر ڈیڈی نے اپنی بک بک شروع کر دی ہے۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

''میں تو سالا اپنی بیماری سے تنگ ہوں اور اپنی بیٹی سے مجبور۔ اور یہ کتا۔''

ڈیڈی دروازے میں بیٹھے ہوئے بلڈاگ کی طرف اشارہ کر کے کہتے ہیں۔ ''سالا یونین لیڈر! میرے پٹے سے بندھا ہے۔ میرے تلوے چاٹتا ہے ادھر مزدوروں کو اکٹھا کر کے بولتا ہے۔

''نئی چلے گی نئی چلے گی تاناشائی نہیں چلے گی۔'' ہنستے ہیں۔ ''مردہ باد مردہ باد کس کو بولتا ہے بے''

مینجر نے اپنے کان کھول دئے ہیں اور سر ہلانے کے لئے تیار ہے۔

بلڈاگ زبان لپلپا رہا ہے۔

ڈیڈی پھر شروع ہو جاتے ہیں۔ ''ایک دن کیا بولا سالا یہ کتا میرے کو اس وقت اس کو پٹے سے نہیں باندھا تھا تو معلوم کیا بولا ''بیچو اپنی فیکٹری اور بانٹ دو پیسہ مزدوروں میں! سالے کھانے کو نہیں گھر میں۔ کیا کھا کے انقلاب لائیں گے۔ میں تو سالا اپنی بیماری سے تنگ ہوں اور بیٹی سے مجبور! ورنہ بتا دیتا۔''

''ایک بار فورڈ جیسے انڈسٹریالسٹ کو بھی مزدوروں نے بولا تھا۔.....''

بلڈاگ ڈیڈی کے پیر جاٹنے لگتا ہے۔

مینجر سر ہلاتا ہے۔

ایک دن باتوں باتوں میں رمولا نے کہا تھا۔

''لیکن ڈیڈی ایک دن کے لئے صرف ایک دن کے لئے جب یونین لیڈر کو اپنا ضمیر یاد آئے گا تو اس کا گریبان پکڑ کر مزدور جواب طلب کرے گا تب وہ کیا جواب دے گا۔''

''وہ بلڈاگ؟ ہم نے اپنی زبان اس کے منہ میں رکھ دی ہے۔ وہ گیڈر بن جائے گا اور اس کی شامت آجائے گی۔

''نہیں ڈیڈی یہ آپ کا بھرم ہے۔ وہ جب تک ہماری دہلیز پر بھونک رہا ہے۔ ٹھیک ہے لیکن جب دہلیز سے ہٹ جائے گا تب کیا ہوگا؟ دہلیز پر بھونکنے سے پتہ ہی نہیں چلتا کہ وہ مزدوروں پر بھونک رہا ہے کہ ہم پر! کیونکہ ہمیشہ دہلیز پر بیٹھنے والے بلڈاگ باہر ہی نہیں اندر بھی

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

بھونکتے ہیں۔"

☆

رمولا بنگلے کی لان میں کھڑی ہے۔ واچ مین رام آدھار پانڈے کے ہاتھ میں لڈوؤں کا تھال ہے اور وہ لڈو بانٹ رہا ہے "میڈم میڈم! منھ میٹھا کیجئے۔ لڑکا پیدا ہوا ہے۔"

"بڑی خوشی کی بات ہے۔" مبارک ہو۔ رمولا کہتی ہے۔

"نہیں میڈم یہ خوشی کی بات نہیں ہے۔ کہ لڑکا پیدا ہوا ہے۔ یہ کونوں خوشی کی بات نہیں ہے۔ خوشی کی بات تو یہ ہے کہ اس لڑکے میں ریڑھ کی ہڈی سالم ہے۔ صحیح سلامت ہے۔"

"ریڑھ کی ہڈی تو تم میں بھی صحیح سلامت ہے۔"

"ہے تو میڈم، مگر لچکدار ہے۔"

"تو کیا وہ تمہارے آباواجداد کے خوابوں کی تعبیر بنے گا۔"

"ہاں ہمیں لگتا ہے اور ہمیں آج لگتا ہے میڈم کہ ساری دنیا کو لڈو بانٹیں، مگر تھال چھوٹا ہے اور لڈو کم!" رام آدھار روہانسا ہو جاتا ہے۔

سب یہ سوچنے میں لگے ہیں کہ رام آدھار کب وطن گیا تھا۔ سب ہنس رہے ہیں۔ کھلی اڑا رہے ہیں۔ "ابے گیا نہیں تو کیسے لڑکا ہو گیا۔" لیکن رام آدھار خوب جانتا ہے کہ اس طرح کے ذیلی سوالات میں پھنسا کر یہ لوگ اس کو اصل اشو سے ہٹا رہے ہیں!

اصل اِشو استحصال اصل مسئلہ تو یہ ہے کہ تھال ہے چھوٹا اور لڈو ہیں کم!

☆

رمولا خواب دیکھ رہی تھی۔

ایک عورت اس سے کہتی ہے۔ "ممبئی کی سب سے بڑی مالش والی ہوں میں۔ میں مسحور صرف آپ کی مالش کروں گی بلکہ چولی کی گانٹھ بھی ڈھیلی کروں گی اور ایسی چمپی کروں گی کہ آپ تل پاؤں سے مستک تک مسحور ہو جائیں گی۔ میں اگر مہابھارت کا برھن للّہ نہیں ہوں تو میں شکنتلا ہوں جس کی چولی کی گانٹھ سکھی برکھانے ڈھیلی نہیں کی ہے اور جس کے پستان دودھ سے لبالب بھرے ہیں اور دشینت کہتا ہے "جاؤ! میں تمہیں نہیں پہچانتا۔"

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

رمولا کے اندر چندر کہتا ہے ''رمولا اٹھاؤ، اگنی بان ترکش سے نکالو تیر، کمان پر کسو اور چھوڑ دو۔ اگنی بان سے بھسم کر دو اس بھوتنی کو۔''

لیکن بھوتنی دوسرے ہی لمحے رمولا کی سہیلی بن گئی۔ چندر پھر ہار گیا۔ برکھا رمولا کے رخسار چومتی ہے۔ ٹھوڑی پر بوسہ دیتی ہے اور لبوں پر زبان رکھ دیتی ہے۔ رمولا نیند میں بڑبڑاتی ہے۔ سہیلی برساتی کینچوے کی طرح بڑی احتیاط سے ملائم سے ملائم نشیب و فراز پر رینگ جاتی ہے۔ کوئی مدافعت نہیں ہوتی۔ اس کا ہاتھ سخت ہو جاتا ہے۔ وہ رمولا کے حساس حصوں کو ٹٹولنے لگتی ہے جب اس کی انگلیاں کمر کے اتار سے نیچے فانوس سے چھوتی ہیں تو رمولا تڑپ اٹھتی ہے۔۔۔ اسے تمام راہیں زبانی یاد تھیں وہ نشیب کی طرف اُتر گئی۔ رمولا نے ٹانگیں پھیلا کر سکیڑ لیں تڑ تڑ بجیے اُدھڑنے لگے۔ رمولا خود ٹانگوں کی قینچی بنا کر سہیلی برکھا کی کمر پر ایڑیاں مارنے لگی۔ شرارے اڑنے لگے اور منھ سے سی سی کی آواز نکلنے لگی۔ ساری دنیا اس آواز سے جاگ گئی۔ اتنی تیز آواز تھی کہ دنیا کو جاگنا ہی پڑا۔ بس رمولا کے ڈیڈی نہیں جاگے!

☆

''بیٹی! اسی دن کا مجھے ڈر تھا۔''

''آخر ہوا کیا؟''

''ہونا کیا ہے۔ وہی بغاوت!''

''آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے نا، آپ نے چار بجے والی گولی کھائی۔''

''ابھی ابھی کوئی نعرے لگا رہا تھا۔''

''سڑک سے جلوس گزرتے رہتے ہیں۔''

''نہیں ہمارے گھر میں کہیں آس پاس ہی کوئی نہ کوئی ہے۔''

''ٹی وی پروگرام ہوگا۔''

''تم سمجھتی کیوں نہیں ہو۔''

''نوکر چاکر جتنے بھی ہیں سب بھلے ہیں۔''

''یہ تمہارا وہم ہے بیٹی، یہ نعرہ مجھے لگاتار کئی دنوں سے سنائی دے رہا ہے۔ بلکہ ازل سے۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

۔۔اور چار بجے والی گولی سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔اسی دن کا مجھے ڈر تھا۔

''ڈیڈی، کچھ نعرے ازل تا ابد فیضا میں تیرتے رہتے ہیں۔''

☆

واچ مین رام آدھار گیرج میں چادر اوڑھ کر سوتا ہے۔مگر رات میں چادر ہٹ جاتی ہے۔ صبح بھنگن جھاڑو مارنے آتی ہے تو کبھی کبھی کر کے رہ جاتی ہے۔

بھنگن بڑی بے حیا ہے۔رام آدھار سے کہتی ہے۔''دو بالشت کی لال لنگوٹ باندھ کر تو کم سے کم سویا کرو۔تم تو ہماری متی بھرشٹ کر دو گے۔''

رام آدھار بھرا بیٹھا ہے اس کی نیند ابھی ٹوٹی نہیں ہے۔''ہاں کھاتے ہیں۔ہم روکھی سوکھی، مگر پیدا کرتے ہیں ہم لڑکا، امیروں کی طرح نہیں کہ گھی میوا کھا کے دو پونڈ کی چمرخ لڑکی پیدا کر دی۔کونسا تیر مار لیا اور پھر ناک بھی اونچی۔۔۔تھو۔''

بھنگن کہتی ہے۔''رام آدھار سنا ہے تمہارے ہاں لڑکا ہوا ہے اور وہ بھی ریڑھ کی ہڈی کے ساتھ۔تو کیا وہ کنس ماما کو ختم کر دے گا۔''

رام آدھار بھنگن کی طرف دیکھتا رہ جاتا ہے۔بھنگن اپنے کولہے ہلاتی خالی ٹوکرا کمر پر رکھے چلی جاتی ہے۔

''اوہو، میں تو پاگل ہو جاؤں گا۔''

''کیا ہوا ڈیڈی؟''

''پھر وہی نعرہ، پھر وہی مخالفت کی جان لیوا آوازیں۔''

''مگر میں نے نہیں سنا کوئی نعرہ، آپ کے کان تو نہیں بج رہے ہیں۔''

''میں تجھے کیسے سمجھاؤں۔ملازم اور مالک میں فاصلے ضروری ہیں لوگ اب ہمارے سروں پر سوار ہو گئے ہیں اور نعرے لگا رہے ہیں۔تلاش کرو۔یہیں کوئی آس پاس ہے۔یہ نعرے آج میرے خلاف، کل تمہارے خلاف لگیں گے۔''

''ڈیڈی نعروں کا مقدر کسی نہ کسی کے خلاف لگنا ہے۔کیا آپ کو ایسا لگتا ہے کہ مخالفین آپ کی جڑیں کھود رہے ہیں، آپ کی نیندیں حرا کر رہے ہیں۔''

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

''بالکل یہی بات ہے میری گڑیا۔''

''یہ ایک بیماری ہے ڈیڈی۔''

''ایک بھیڑ میرے خلاف نعرے لگا رہی ہے۔ مجھے لگتا ہے یہ بھیڑ ایک شہر میں تبدیل ہو رہی ہے۔''

''یہ ایک بھیانک بیماری ہے ڈیڈی۔''

''تم ڈاکٹر گپتا کو فون کر دو۔''

''مگر رمولا جانتی تھی کہ ڈاکٹر گپتا کیا، دنیا کے کسی بھی ڈاکٹر کے پاس ڈیڈی کی بیماری کو ٹھیک کرنے کے لئے کوئی دوا نہیں ہے۔

☆

''ڈرائیور۔''

''آیا میڈم''

''بات یہ ہے ڈرائیور''

''کہیں جانا ہے میڈم گاڑی ایک دم تیار ہے۔ لیکن آپ تیار نہیں ہوئیں۔''

''تم ہمارا نمک کھاتے ہو۔''

''جی ہاں! آیوڈین ملا ہوا نمک! مگر بدلے میں پسینہ بھی بہاتے ہیں۔''

''ضرورت پڑنے پر خون بہاؤ گے۔''

''کیوں نہیں۔ مگر یہ ہمارا احسان ہوگا۔''

''کسی نے ہمارے خلاف تمہارے کان تو نہیں بھرے ہیں دیکھ لو، کسی نے ہمارے خلاف تمہیں غلط سلط پٹی تو نہیں پڑھائی ہے سوچ لو، کیا ہم تمہارا استحصال کرتے ہیں۔''

''اگر ہم سچ کہوں گا تو میڈم آپ ہمارا ڈبل استحصال کریں گی۔''

''آج کون کس کا استحصال نہیں کرتا رام آدھار، استحصال تو بیوی بھی شوہر کا کرتی ہے، بچے باپ کا کرتے ہیں۔ خیر! یہ بتاؤ، تم ہمارے یہاں کام کر کے خوش ہو؟

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

''نہیں، قطعی نہیں، آپ کے ڈیڈی ڈکٹیٹر ہیں۔ ڈکٹیٹرشپ میرے دادا نے برداشت کی۔ وہ برداشت کر سکتے تھے کیونکہ اس وقت اناج سستا تھا۔ تاناشاہی میرے باپ نے بھی برداشت کی وہ کر سکتے تھے کیونکہ اس وقت یونین نہیں تھی جو ہمیں سوتے سے جگائے، لیکن ہم آج پوری طرح سے جاگ گیا ہوں پور پور سے اندر سے باہر سے دائیں سے بائیں سے۔

''تم کیا چاہتے ہو۔''

''ہم اپنا فرض پورا کرتے ہیں۔ آپ ہمیں پورا حق دیں۔''

رمولا نے دیکھا کہ ڈرائیور نے سبھی کی نمائندگی کر دی ہے اس پر ڈیڈی بولے ''ہنڈی کا ایک ہی چاول دیکھ لو۔ کچا ہے چاول، نادان لڑکی! مخالف سر اٹھائے تو اس کا سر کچل دو۔ اگر ایسا نہ کیا تو سانپ اجگر بن جاتا ہے۔ ضرورت پڑے تو فیکٹری میں تالا لگانے سے بھی نہ ہچکچاؤ۔ گھر کے تمام نوکروں کو نکال باہر کرو۔ میں اپنی مخالفت لمحہ بھر کے لئے برداشت نہیں کر سکتا۔'' سونے سے پہلے ڈیڈی کا یہ فرمان تھا۔

رمولا نیند سے جاگ گئی۔ ایک کرسی اس کے خوابوں میں ڈول رہی تھی جس پر ڈیڈی بیٹھے ہوئے تھے اور کسی طور نہیں اُترتے تھے۔

''اگر یہ اُتر بھی گیا کرسی سے اور تم بیٹھ گئیں کرسی پر تو کیا استحصال ختم ہو جائے گا۔ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ تم جسے کرسی سمجھ رہی ہو وہ کسی کی گود ہو کوئی اور ہی کرسی پر بیٹھا ہو اور تمہیں گود میں بٹھائے ہوئے تمہارا استحصال کر رہا ہو۔ اور جو استحصال کر رہا ہو وہ بھی کسی کی گود میں بیٹھا ہو!'' اتنا کہہ کر ڈیڈی نے ایک خوفناک قہقہہ لگایا تھا اور رمولا کی نیند اُچٹ گئی تھی۔ وہ بستر پر اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ اس کا گلا سوکھ رہا تھا۔

ٹھنڈا پانی پی کر جب وہ آئینہ کے سامنے کھڑی ہوئی تو کل شام کی گفتگو پھر یاد آنے لگی۔

''ڈیڈی! اگر نوکروں کو نکال باہر کروں تو پھر آپ کی کمر کون دُھلائے گا۔ آپ کو کون نہلائے گا، کون آئینے والے آپ کے منہ میں ڈالے گا؟''

مگر اس سوال کا جواب ڈیڈی نے نہیں دیا تھا۔

رمولا نے سوچا۔ ڈیڈی نوکروں کی اٹھی ہوئی نظروں سے خوفزدہ ہیں اگر وہ ان کی اٹھی ہوئی

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

نظروں میں نظریں ڈال کر دیکھنے لگیں تو کیا ہو؟ شاید ان کا خوف دور ہو جائے۔

☆

ایک بہت بڑا چھپر کھٹ ہے اور رمولا نے ٹانگیں پھیلا کر سکیڑ لی ہیں اور ٹانگوں کی قینچی بنا کر سہیلی برکھا کی کمر پر ایڑیاں مارنے لگی ہے۔ سی سی کی آوازیں کمرے میں بھر گئیں پھر سی سی کی آوازیں باہر چلی گئیں۔ آلودگی بڑھتی گئی۔ اسی آلودگی کے سبب چندر کی دال نہ گلی۔ اور اپنی دال نہ گلتی دیکھ کر چندر کوئی نیا پلان بنانے میں منہمک ہو گیا۔

''ڈیڈی میں نے خوب غور کیا ہے۔ آپ فارین جا کر آیئے۔ ذرا ہوا تبدیل ہو جائے گی۔'' رمولا کہتی ہے۔

''نہیں، میں کہیں نہیں جاؤں گا۔''

''تو پھر میرا بھی فیصلہ سن لیجئے۔''

ڈیڈی نے اپنی جہاندیدہ نگاہوں سے رمولا کی طرف دیکھا وہ چونک گئے۔ رمولا ایک بلڈاگ میں تبدیل ہو چکی تھی۔ اس کے منہ سے غراہٹ اور آنکھوں سے چنگاریاں نکل رہی تھیں۔ ڈیڈی سہم گئے۔ انہوں نے سوچا میں نے اس کے گلے میں پٹہ ڈالنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی۔ آخر کیونکر مجھ سے یہ غلطی سرزد ہو گئی؟

اور تبھی رمولا نے فیصلہ سناتے ہوئے کہا۔

''آج سے فیکٹری کی دیکھ بھال میں کروں گی۔''

□

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

حسبِ معمول

''چھوڑ دو۔ چھوڑ دو۔'' لڑکی سارے بدن سے چلّائے گی۔ تب بادل پھٹے دودھ کی طرح یہاں وہاں چھتر اجائیں گے۔ دور دور تک کوئی نہ ہوگا اور چاروں طرف اُگے ہوئے گھنے درخت انہیں بُری طرح گھیر لیں گے۔ ایک خوش رنگ پرندہ پھڑ پھڑا کر اُڑے گا۔ تب لڑکا لڑکی کو اپنی بانہوں میں بھینچ لے گا۔

''چھوڑ دو۔ چھوڑ دو۔'' لڑکی سارے بدن سے چلّائے گی۔

''نہیں چھوڑوں گا۔'' لڑکا اپنا ڈائیلاگ ادا کرے گا۔ میں تمہیں ریپ کئے بنا نہیں چھوڑوں گا۔ میں ویلن ہوں اور میں نے ہیرو کو پہلے ہی ٹھکانے لگا دیا ہے۔ اور اب میں دیکھتا ہوں کہ تمہیں مجھ سے بچانے کون آتا ہے؟ میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا ہاہاہاہا!'' لڑکا گلا پھاڑ کر ہنسنے لگا۔

''کمینے ذلیل کتّے۔ مجھے ہیرو بچائے گا۔ وہ صدیوں سے مجھے بچاتا آیا ہے اس مرتبہ بھی آکر مجھے بچائے گا۔''

''اس کا تو کچومر نکل گیا بے بی۔''

''بدمعاش، سور، چھوڑ دے، بچاؤ بچاؤ۔''

لڑکی کا سارا بدن منھ بن گیا ہے۔ پہاڑ چلّا رہے ہیں، درخت چیخ رہے ہیں، ہوا جنگل میں

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

زخمی اڑانیں بھرتی سنسنا رہی ہے۔ جھیل کا پانی دم سادھے پڑا ہے۔

لڑکا جنگلی بلّے کی طرح اسے جھنجھوڑتا ہے، بھنبھوڑتا ہے۔ ''میں اب تمہارے کپڑے نوچوں گا چوں کہ میں ریپ پر تھیسس لکھ رہا ہوں اس لئے ریپ میں نئے زاویئے نئے نکتے تلاش کروں گا۔ ویسے اپنے ہیرو پر بڑا وشواس ہے تمہیں؟''

''ہاں! مجھے پورا یقین ہے۔''

''غلطی پر ہو تم۔ کوئی نہیں آئے گا۔ دروپدی بھری سبھا میں ذلیل ہوتی رہے گی اور اس کے پانچوں شوہر سر جھکائے بیٹھے رہیں گے۔''

''وہ بہادر ہے۔''

''بہادر ہے اور اپنی مردانگی جوئے میں ہار چکا ہے۔'' لڑکا تڑاک سے کہتا ہے۔

''مگر تم نے تو انسانیت ہی تیاگ دی ہے۔''

''میں ویلن جو ہوں، یقین کرو تمہارا ہیرو مر گیا۔'' لڑکا عقدہ کھولتا ہے۔ ''ہیرو بن کر وہ گھاٹے میں رہا۔ نہ تمہارے ان شربتی ہونٹوں سے ایک بوسہ بھی چرا سکا نہ تمہارے خون میں بجلی بن کر دوڑ سکا۔ نہ تمہارے کپڑے ہی اُتار سکا نہ تمہارا ٹیٹوا ہی دبا سکا۔ تمہارا ہیرو مر گیا۔ ہیرو بن کر وہ گھاٹے میں رہا۔ کیا اب بھی تم چیخو گی؟''

''کرشنا!''

''کرشنا آج گدی نشین ہو رہا ہے۔ اور تم بھول رہی ہو کہ تم نے اس کی بانسری بھی لوٹا دی ہے۔ اب تعلق ختم.....''

لڑکا لڑکی کے ملبوس کی پرتیں اُدھیڑتا ہے، رنگین ملبوس ادھر ادھر دھنکی ہوئی کتابیں کی طرح اڑنے لگتے ہیں۔ پھر دھن دھن ٹیاؤں ٹیاؤں کی آواز کے ساتھ وہ اس کے بدن کی کپاس دُھننے کو ہوتا ہے تب تک نہ تو ہیرو کی انٹری ہوتی ہے اور نہ ہی اس کا کوئی ڈمی آتا ہے۔

تب لڑکی ویلن کے ہاتھوں میں نڈھال کہتی ہے۔ ''کوئی آئے نہ آئے مجھے چلّانا تو پڑے گا ہی!''

□

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

جَون

مال گاڑی ریلوے لائن پر دھیرے دھیرے سرکنے لگی، کھڑکھڑ کی آواز کے ساتھ، آہنی پہیے کھسکنے لگے، زنجیریں، بندویگن، تیل کی ٹنکیاں۔ میں داہنی طرف تھا اور ریلوے لائن پار کرنا چاہتا تھا۔ بائیں طرف ایک مرگھلا کتا۔ کالا نحیف بدن لئے، لپلپاتی زبان نکالے، پیلی پیلی آنکھوں سے خلا میں گھورتا ہوا۔ گزرتی مال گاڑی کے پہیوں کے درمیان ٹوہ لیتا کھڑا تھا۔ میری طرف آنے کی کوشش میں، ریلوے لائن پار کرنے کی عجلت میں، کبھی آگے کی طرف کھسکتا، کبھی پیچھے کی جانب سرک جاتا۔ میں نے اسے زور سے جھڑکا تھا۔

''ارے ہاڑ.....'' مجھے لگا تھا کہ رینگی گاڑیوں کے پہیوں کے بیچ کی خالی جگہ سے وہ ادھر کی طرف تقریباً کودنے کی کوشش میں ہے۔ اس لئے میں چیخا تھا۔ میرے چیخنے سے وہ پیچھے ہٹا۔ مگر پھر آگے کی طرف جھکا۔ ''ارے ہاڑ!'' میں پھر چیخا۔ مگر دیکھتے ہی دیکھتے وہ ایکدم کود پڑا۔ اور مال گاڑی کا ایک پہیہ اسے کچلتا، کاٹتا گزر گیا۔ کھچک کی آواز کے ساتھ وہ بکھرا، انتڑیوں کے سفید تار، ہرا پانی، پیلا مغز، پنجر ایک طرف، چمڑی میں جھولتے پاؤں دوسری طرف۔

اب مال گاڑی کی رفتار تیز ہوگئی تھی۔

دھڑاک دھڑاک کی آواز کے درمیان سب کچھ ساکت ہوکر رہ گیا تھا۔ میرے اندر بھی کہیں کھچک کی آواز ابھری تھی۔ میں نے صاف سنی تھی آواز اور میں اندر دور تک بکھر گیا تھا۔ اس کی انتڑیاں اب بھی گول گھومتے پہیوں سے لپٹی چلی جارہی تھیں۔

میں حواس باختہ گھر آیا۔

نہانے کے لئے ایک ہاتھ میں ٹاول اور صابن دانی سنبھالتا باتھ روم کا دروازہ زور سے اندر کی

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

طرف دھکیلتا داخل ہوا اور ایک دم گھبرا کر باتھ روم سے نکلا، جلدی میں صابن دانی ہاتھ سے چھوٹ گئی باتھ روم میں وہ نہا رہی تھی!

دروازہ کھولتے ہی اندر کی کڑی پھسل گئی تھی اور دروازہ چوپٹ کھل گیا تھا۔ باتھ روم میں کوئی ہے یا نہیں، یہ جاننے سے پہلے ہی میں اندر داخل ہو گیا تھا۔

.....میں پانی پانی ہو گیا اور پانی کو جدھر ڈھلاؤ ملا بہنے لگا۔ جیسے ہی اس نے مجھے دیکھا وہ فوراً پلٹی، کھڑی ہوئی، بیٹھ گئی، ایک ہی وقت میں ڈر اور حیا کے مارے ہاتھوں نے اسے مجھ سے بچایا۔ رشتہ جو بھی تھا اس لڑکی سے مگر یہ سچ ہے اور مجھے اب یہ بات قبول کر ہی لینی چاہئے کہ میرے لئے اس لڑکی میں بڑی کشش ہے۔

☆

میں بدحواس سا جب ریلوے لائن پر آیا تو کتے کا وہ پنجر کالے کوؤں کی چونچ کی ٹھونگوں کے بیچ اِدھر اُدھر الٹ پلٹ ہو رہا تھا۔ جیسے اس میں جان تھی۔ جیسے وہ اب بھی پار ہونا چاہتا تھا۔ جیسے اس کی کوئی سمت تھی۔ ''کھچک'' کی آواز میرے اندر بالکل تازہ تھی۔ میں نے لمبی سانس بھری تھی۔

بہت دنوں بعد میں نے اپنے اندر ایک لمبی سانس بھری تھی۔ مگر سارے میں بدبو پھیلی تھی۔ وہ سیدھے میری ناک کے راستے اندر دور تک بھرتی چلی گئی۔ میں روک نہ پایا۔ نہ کوئی احتجاج نہ مزاحمت .....میرے منہ سے بس یہی نکلا..... ''ارے ہاڑ!''

وہ لڑکی.....صبح کے دھندلکے میں کتے کی زنجیر تھامے گزرتی ہوئی، آوارہ کتیا کے پیچھے ہاتھ سے زنجیر چھڑا کر بھاگ جانے والا کتا.....باتھ روم میں چوکور پتھر پر بیٹھی لڑکی.....کھونٹی پر ٹنگے کپڑے.....سر پر بندھے بال.....پورے بدن سے بہتا پانی، کمر کی ڈانڈ سے نتھرتی پانی کی دھار.....کبھی کبھی کتنا حسین ہوتا ہے پانی کا سفر.....صبیح جسم پر صابن کا سفید جھک کہرا.....خوشبو کا کہرا.....وہ خوشبو جو میرے اندر اترتی چلی گئی۔ میں ناک جھٹکتا پھرا، مگر وہ خوشبو نہیں گئی۔ وہ خوشبو اب ایک سمت میں رواں تھی۔ وہ خوشبو باتھ روم سے نکلی.....وہ محض ایک خوشبو نہیں تھی۔ اسے پھیلاؤ تھا۔ اسے آکار تھا، اسے وزن تھا، حجم بھی تھا، وہ اپنے آپ میں مجسم تھی۔ اور پھر سب سے بڑی بات یہ کہ وہ ایک سمت میں رواں تھی۔ پھر سات اگنی پھیرے ہوئے تھے اور وہ لڑکی سسرال چلی گئی تھی۔ مگر خوشبوؤں نے جیسے مجھے سالم نگل لیا تھا۔

اب دو طرح کی بوئیں ایک جان ہو گئی تھیں.....خوشبو اور بدبو.....میں نرغے میں تھا۔

☆

شادی کے بعد وہ لڑکی ملی تھی۔ پتہ نہیں کس میڈیم پر میں بول رہا تھا اور کس میڈیم پر وہ سن رہی تھی۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

لیکن یہ حقیقت ہے کہ ہم دونوں میں گفت وشنید ہوئی تھی۔

"..... پچھلا سب بھول جاؤ۔"

"..... پچھلا سب بھول جاؤ مطلب؟ آج پانچ سال ہو گئے، کیوں ایسا کیا؟ انکار کر دیتی؟ کیوں تڑپانے والی نظروں سے دیکھتی تھی میری طرف۔ مجھے تو نے غلط فہمی میں مبتلا کیا!"

"..... میں نے تجھے دھوکہ نہیں دیا۔"

"..... چل ہٹ تیری نظر ایک جگہ نہیں تھی چھینال۔"

"..... گالی مت دے۔"

"..... تو نے کہا آسمان کے تارے توڑ کر لانے کے لئے۔ پھر بولی ایک کنستر مٹی کا تیل لاؤ۔ میں نے وہ تمام تارے ایک کنستر کے عوض بیچے اور کنگال ہو گیا تیرے پیچھے تو بولی میرا انتظار کرے گی اور چلی گئی۔ اتنی انگار تھی تیرے میں حرام زادی۔"

"..... میں نے انتظار کیا۔"

"..... چل ہٹ، دوں گا ایک۔ میں آیا مٹی کا تیل لے کر، تو نہیں تھی، تو نے مجھے اچھا چوتیا بنایا، کیا میں ہی ملا تھا تجھے ..... وہ ایک تاریخ کہ میرے کپڑے تار تار..... کہ میرا صحرا بے آب وگیاہ، کہ میرا گریبان چاک چاک..... کہ میں دیکھوں اپنی شکل پانی میں اور تو نظر آئے۔ کہ میں دوڑوں تیرا نام لے کر اور ہو جاؤں آبلہ پا۔ وہ ایک تاریخ ہے جو اپنے آپ کو دہرائے گی۔ اور تو کہتی ہے کہ پچھلا سب بھول جا۔"

"..... میرے بس میں کچھ نہیں تھا۔"

"..... چل ہٹ، شادی سے پہلے تو پریگنٹ تھی حرام زادی۔"

"..... تھپڑ ماروں گی ایک، بس بولے جا رہا ہے پٹر پٹر جو منہ میں آ رہا ہے، کیا سمجھتا ہے؟ کیا سمجھتا ہے آخر؟ تیری بہن ہو گی پریگنٹ!"

"..... میں نے بلایا تو کیسے دوڑ کر آئی سالی کسی کال گرل کی طرح۔"

"..... گالی مت دے، مجھے اپنا سنسار کرنے دے۔"

"..... ٹھیک ہے، تو پھر آ تو اپنے شوہر سے نکل کر، ہے تجھ میں ہمت، آ تو اپنے شوہر سے نکل کر اور میں اپنی بیوی سے چھوٹ کر۔ آپ چھپ چھپا کر کچھ کریں۔

☆

مال گاڑی آہستہ آہستہ سرک رہی تھی۔ کھڑکھڑ کی آواز کے ساتھ، زنجیریں، لوہے کے پہیے، ویگن،

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

تیل کی ٹنکیاں، آخر خوشبو کے پیچھے کھینچا کھینچا میں وہاں پہنچ ہی گیا تھا۔

وہ لڑکی اس مکان کے کسی کمرے میں چھپر کھٹ پر یہاں سے وہاں تک پھیلی ہوگی اور اس کا شوہر زبان لپلپائے رال ٹپکا رہا ہوگا۔ کتا سالا۔ میں نے حقارت سے کہا۔ بھوں..... بھوں!

مجھے پار ہو جانا ہے، گزر جانا ہے، تبھی کوئی چلایا۔ ''ارے ہاڑ!''

لیکن میں..... اسی وقت، مال گاڑی کے دو پہیوں کے درمیان!

کھچک کی آواز خود میں نے بھی سنی اور سنا کہ اب بھی کوئی چیخے جا رہا ہے۔ ''..... ارے ہاڑ!''

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

ہوا کی طرف منہ

کامریڈ کدم کی جب شادی ہوئی تو وہ کمیونسٹ پارٹی کا سرگرم رُکن تھا۔ شادی کے ایک ہفتہ بعد جب بیوی کے ہاتھوں میں لگی مہندی کا گاڑھا رنگ ہلکا ہوا تو بیوی نے کامریڈ کدم سے پوچھا۔

''ہم کب تک ہوا کی طرف منہ کر کے رہیں گے؟''

''کیا مطلب۔''

''یہی کہ کب تک غربت میں رہیں گے؟ کب اچھا کھائیں گے، کب اچھا پہنیں گے۔''

کامریڈ نے بڑے پُرامید لہجے میں اپنی بیوی رچنا کو جواب دیا تھا۔

''جب تک انقلاب نہیں آجاتا۔''

☆

کامریڈ کدم کے والد نے کسی زمانے میں ایک ایکڑ زمین خرید لی تھی، اسی کھیت میں کامریڈ کا گھر بھی تھا کھیت میں جوار، باجرہ اور کچھ سبزی ترکاری، اُگا کر کامریڈ کی بیوی گھر کا چولہا جلاتی تھی۔

آنکھوں پر عینک، جس کا ایک عدسہ ٹوٹا ہوا تھا، پاؤں میں ربر کی سلیپر، جس کا ایک بند موچی نے دھاگے سے سی کر پہننے لائق بنا دیا تھا، مٹ میلے کپڑے، بال بکھرے ہوئے، کندھے پر گمچھا، نہانے کا ہوش نہیں، نہ کھانے کی فکر، ڈھنگ کا مکان نہیں، گھاس پھونس کی جھونپڑی تھی۔

بیوی کے آنسو سوکھ چکے تھے کیونکہ ہر طرف خواب تھے تعبیر کہیں نہیں تھی۔ کامریڈ کدم کی جوانی کا زمانہ کمیونسٹ تحریک کے عروج کا زمانہ تھا۔ ہر طرف ''انقلاب زندہ باد'' کے نعرے گونج

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

رہے تھے۔ والد کے نقش قدم پر چل کر کب کدم لیفٹسٹ تحریک سے جڑا، اسے بھی یاد نہیں..... لیکن وہ مزدوروں، کسانوں اور طلبہ کے آندولن میں ہمیشہ پیش پیش نعرے لگاتا رہا..... پولس کی لاٹھیاں کھاتا رہا، گرفتار ہوتا رہا۔ رہا ہوتا رہا۔ انتظامیہ کو میمورنڈم دیتا رہا۔ اسے آندولنوں کا جنون ہوگیا، وہ پیدل پیدل گاؤں گاؤں قریہ قریہ گھومتا اور کسانوں مزدوروں اور طلباء سے مل کر ان کے مسائل جانتا۔ ان کو حل کرنے کے لئے تحریک چلاتا، مظاہرے کرتا، دھرنے دیتا۔ کئی بار بھوک ہڑتال کی حکومت نے انصاف دلانے کا وعدہ کر کے پھلوں کا جوس پلایا اور اس کی بھوک ہڑتال توڑ دی، یعنی رنگ میں بھنگ ڈال دیا، حکومت نے اپنا وعدہ کبھی پورا نہیں کیا اور کامریڈ کدم کو کبھی دیر تک ہڑتال کرنے نہ دی۔ یعنی نہ زندہ رہنے دیا نہ مرنے دیا۔ حکومتیں بدلتی رہیں، لیکن انقلاب نہ آیا۔

☆

کامریڈ کدم کہتا..... ''ہم تو انقلاب کے لئے فضا بنا رہے ہیں، کھاد کی طرح استعمال ہو رہے ہیں۔ انقلاب ہمارے بعد آئے گا اور اس سے آنے والی نسلیں مستفید ہوں گی۔''

اور اسی بات سے کامریڈ کی بیوی رچنا کو چڑھ تھی، وہ کہتی ''یہ کیا بات ہوئی؟''

کدم اسے سمجھاتا۔ ''دیکھا اپنے کھیت میں میرے باپ نے آم کا درخت لگایا تھا، اب اس کا پھل ہمارے بچے کھائیں گے۔''

''اور ہم کیا ہوا کی طرف منہ کریں گے۔'' رچنا غصے میں کہتی۔

کامریڈ کدم کے پاس اگر کوئی اپنا مسئلہ لے کر آتا تو وہ کھانے پر سے کھاتے کھاتے اٹھ جاتا۔ رچنا بڑبڑاتی ''ارے کھانا تو کھا کر جاؤ۔'' ایک بار تو غضب ہوگیا۔ جب وہ رچنا کے ساتھ ہم بستر تھا، گاڑی آدھے راستے تک پہنچی تھی، منزل ذرا دور تھی کہ دروازے پر زور زور سے دستک ہوئی۔ سرپنچ کا آدمی تھا اس نے کہا۔

''کدم بھائی، سرپنچ کو دل کا دورہ پڑا ہے۔ جلدی دواخانے میں لے جانا ہے۔ چلو۔'' اور کدم سب چھوڑ چھاڑ کر اٹھا، دھوتی سنبھالتا دروازہ کھول کر باہر نکل گیا!

ایسا جنوں، ایسی دیوانگی نہ کبھی دیکھی نہ سنی۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

کامریڈ کدم گاؤں سے شہر جاتا، کمیونسٹ پارٹی کا آفس دیکھتا اس پر لہراتا پرچم دیکھتا تو دیکھتا ہی رہ جاتا۔ آفس میں پارٹی کے بڑے لیڈر اور عہدیدار اسے آفس کے اندر بلاتے، کرسی پیش کرتے کدم کو ان کے درمیان وحشت ہوتی وہ جلد سے جلد وہاں سے ایک پیالی چائے سڑک کر بھاگ جاتا۔ نہ کبھی اس نے اپنے آپ کو لیڈر کہلوایا۔ نہ کبھی پارٹی کا کوئی عہدہ لیا۔ ایک بار تو پارٹی نے اسے چناؤ لڑنے کے لئے ٹکٹ بھی دیا مگر اس نے اپنے دوست کامریڈ کا نام پیش کر دیا اور چناؤ میں دوست کو کامیاب کرانے کے لئے دن رات ایک کر دئے۔ دوست الیکشن جیت گیا اور اس نے پانچ برسوں میں کافی دولت سمیٹی۔۔۔ جب رچنا کو پتہ چلا تو وہ سرد آہ بھر کر رہ گئی۔

''انقلاب۔۔۔ انقلاب۔۔۔ آخر کب آئے گا تمہارا انقلاب۔۔۔ کیا تب تک میں پھٹی ہوئی ساڑی میں رہوں۔'' وہ روہانسی ہوگئی ''میرا بھی دل کرتا ہے کہ میں دوسروں کی طرح پہنوں اوڑھوں کھاؤں پیوں، ہمارا بچہ الیکٹرانک کھلونوں سے کھیلے۔ ہمارے پاس پیسہ آئے خوب سارا پیسہ۔''

''میں کامریڈ ہوں، لفٹسٹ ہوں، تحریک کے لئے میں نے اپنے آپ کو قربان کر دیا ہے''

''مگر یہ تو میرے اور میرے بچوں کے ساتھ ناانصافی ہے۔''

''گاندھی جی لاکھوں کروڑوں روپے کما سکتے تھے مگر نہیں کمائے ان کی بیوی بھی ان کے ساتھ غربت میں گزارا کرتی رہی۔ وہ گاندھی جی کی طاقت بن کر کھڑی ہوئیں۔

''تو کیا میں بھوکے پیٹ رہ کر تمہاری طاقت بنوں۔''

رچنا جھلاتی اور کامریڈ کدم کروٹ بدل کر سو جاتا۔

ایک دن کامریڈ کدم کے ساتھ اس کا پرانا دوست مہادیو جوگدنڈ آیا۔ سفید جھک لباس میں ملبوس، گلے میں سونے کی موٹی چین، کلائی میں گھڑی، انگلیوں میں سونے کی انگوٹھیاں!

رچنا ہکا بکا رہ گئی۔ اس نے چائے چولہے پر چڑھائی۔ کامریڈ کدم اور جوگونڈ کسی آندولن کے بارے میں باتیں کر رہے تھے۔ اتنے میں شجو آیا۔ جوگدنڈ نے اسے قریب بلایا پیار کیا۔

''کتنا چھوٹا تھا تو۔ آ ادھر بیٹھ۔'' پھر جیب سے نکال کر سو روپے کا نوٹ دیا۔ لے مٹھائی کھا

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

لینا۔"

سنجو نے سو کا نوٹ ہاتھ میں پکڑا پہلے کدم کو دیکھا پھر ماں کی طرف دیکھا رچنا نے کہا "سنجو نوٹ واپس کا کا کو دے دے۔"

جوگدنڈ نے کہا" بھابی لینے دو، میں بچے کو دے رہا ہوں۔"

رچنا نے کچھ نہ کہا۔ وہ چولہے سے چائے کی پتیلی اتارنے لگی۔ چائے میں دودھ ڈال کر تین کپ بنائے اور سوچنے لگی، جوگدنڈ اور کدم نے ساتھ ساتھ نعرے لگائے تھے۔ مگر آج کدم کہاں رہ گیا۔ اور وہ کتنا آگے نکل گیا ہے۔ اس نے سنا جوگدنڈ کہہ رہا تھا۔" کیا کرتا یار گھر والے کہتے تھے T V چاہئے۔ اچھے کپڑے چاہیے، گھر چاہیے۔ بیوی کو زیور چاہیے۔ لڑکے کو ہیرو ہونڈا چاہیے۔ میں آندھرا پردیش چلا گیا۔ جوگدنڈ کے ساتھ کام کیا ایسے امیروں کو لوٹا جو غریبوں کا استحصال کرتے تھے۔ پھر واپس لوٹ آیا۔

کامریڈ کدم نے پوچھا" کیا تجھے ان سے خطرہ نہیں ہے۔"

"جب تک زندگی باقی ہے چلتا رہے گا۔ موت ان کے ہاتھ ہے تو کیا کر سکتا ہوں۔"

☆

رچنا نے کہا" جب سے شادی ہوئی ہے اس گھر میں پیٹ بھر کھانے کو ترس گئی ہوں۔"

کامریڈ کدم نے پھر اسے سمجھایا" کالی رات جلد ہی ختم ہوگی۔ اور لال سورج طلوع ہوگا۔"

لیکن سال پر سال گزرتے رہے۔

سورج صرف غروب ہوتا رہا۔ طلوع کبھی نہیں ہوا!

ایک دن آندولن میں نعرے لگا کر جب کامریڈ کدم گھر واپس آئے تو بیوی نے کہا۔

"آج پڑوسی نے اپنے سنجو کو T V نہیں دیکھنے دیا، بھگا دیا۔"

"وہ T V کیوں دیکھتا ہے۔"

"کیوں دیکھتا ہے؟ تم کیسے باپ ہو۔ وہ بچہ ہے۔ موگلی سیریل اسے پسند ہے۔"

کدم منہ ہاتھ دھو کر آیا کھانا پروستے ہوئے رچنا نے کہا" کیوں جی اپن ایک آدھ چھوٹا موٹا کالا کلوٹا T V نہیں خرید سکتے۔"

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

''مشکل ہے۔ میں کسی سے رشوت نہیں لیتا، ہفتے نہیں کھاتا چوری نہیں کرتا۔''

''پھر آپ کوئی اور پارٹی جوائن کیوں نہیں کر لیتے، جہاں پیسہ ملتا ہو۔''

سنجو بولا۔ بابا بابا۔ آپ کلکرنی کا کا والی پارٹی کیوں نہیں جوائن کر لیتے وہ لوگ دکانداروں کی پٹائی کرتے ہیں ہفتہ وصولی کرتے ہیں۔ صاحب لوگوں کے منہ پر کالکھ ملتے ہیں۔ سب لوگ ان سے ڈرتے ہیں۔''

''حرام خور'' کامریڈ کدم بھڑک گیا۔ ''تو مجھے ہفتہ وصولی کے لئے کہہ رہا ہے۔''

''ٹھیک ہے ہفتہ مت وصولی کیجئے۔ کوئی نوکری کر لیجئے۔'' بیوی نے کہا

☆

کامریڈ کدم کبھی کبھی شراب کے نشے میں ان لوگوں کو گالیاں دیتا جنھوں نے دولت کو اپنے گھر کی رکھیل بنا دیا ہے۔ وہ کہتے۔ غریبوں کی ہائے لے کر ہائے فائے زندگی گزارنے والوں کا جلد ہی بینڈ بجے گا۔

جوگدنڈ کامریڈ کدم کی نظر میں غدار تھا جوگدنڈ بعد میں گھر نہیں آیا۔ رچنا اس کی بات چھیڑتی تو کدم ٹال جاتا۔

☆

رات کامریڈ کدم نے رچنا سے کافی باتیں کیں، سوتے ہوئے سنجو کو پیار کیا۔ اور سو گیا۔ پھر کبھی نہ اٹھا۔ سوتے میں ہی اس کی موت ہوئی تھی۔ آخری رسومات پر گاؤں کے

لوگوں، دوستوں رشتے داروں کے کہنے پر بڑا تام جھام کرنا پڑا رسم کرو ورنہ بھگوان ناراض ہو جائے گا، موکش پراپت نہیں ہوگا! اگر کوئی کمی رہ گئی تو گاؤں والے نام رکھیں گے؟ اس دباؤ میں رچنا نے کان کی بالیاں جو وہ اپنے مائیکے سے لائی تھی اور منگل سوتر فروخت کیا اور برادری کو کھانا کھلایا۔

وقت گزرتا رہا، کامریڈ کدم کا لڑکا سنجو جوان ہو گیا، اور ایک دن اس نے ماں کو خوشخبری سنائی۔ ماں میں نے کلکرنی کا کا والی پارٹی جوائن کر لی ہے۔ لوگ جس سے ڈرتے ہیں.....''

□

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

ایک خوبصورت موڑ

آج سے چالیس برس پہلے نعمان فاروقی نے اردو میڈیم پرائمری اسکول کھولنے کا فیصلہ کیا عوامی نمائندوں کے گھر کے چکر کاٹے اور سرکار سے اجازت حاصل کر لی۔ پرائمری اسکول شہر کی تاریخی جامع مسجد کے دالان میں شروع ہو گیا۔ دو چار بزرگ سبکدوش مدرسین سماجی خدمت گزاری کے جذبے کے تحت بچوں کو مفت تعلیم دینے لگے۔ شہر کے مسلمان خوش تھے کہ اب انہیں اپنے بچوں کو تعلیم حاصل کرنے کے لئے مراٹھی یا انگریزی میڈیم کے اسکولوں میں نہیں بھیجنا پڑے گا۔ نعمان فاروقی چلتا پرزہ تھے انہیں پتہ تھا کہ صاحب اقتدار سے کیسے تعلقات بنائیں جاتے ہیں اور پھر انہیں کیسے استعمال کیا جاتا ہے۔ گرانٹ مقرر ہوا، مخیّر حضرات نے ایک بڑا قطعہ اراضی کم داموں میں اسکول کے لئے ڈونیٹ کر دیا۔ شہر کے کچھ لوگ برسوں سے سعودی عرب میں ملازمت کرتے تھے وہ جب وطن آئے تو نعمان فاروقی ان سے چندہ وصول کیا، چندے سے ٹین کا شیڈ کھڑا کر دیا گیا کسی نے پنکھے دئے کسی نے ٹیوب لائیٹ، کوئی فرنیچر لے آیا، عمارت کے لئے پیسہ جمع کیا جانے لگا، حکومت سے امداد حاصل کی گئی۔ آہستہ آہستہ پرائمری اسکول سیکنڈری اور ہائر سیکنڈری اسکول میں تبدیل ہوا۔ نائیٹ اسکول بھی کھل گیا گرلز سیکشن الگ ہوا، جونیئر سینئر کالج کھلے، الگ الگ فیکلٹی آئی دیکھتے دیکھتے ایک ایجوکیشنل کامپلیکس تیار ہو گیا۔ مسلمان فخر کرتے کہ ان کا اپنا ایک ادارہ ہے۔ شہر کے یا پھر مختلف مقامات پر بھی اس ادارے کے تحت گرلز بوائز اسکول کھلے اور دس پندرہ برس کے بعد تو جیسے جال سا تیار ہو گیا۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

نعمان فاروقی کی ہر حلقے نے تعریف کی، ان کا سمان کیا جانے لگا، کئی بار انہیں اعزاز یئے پیش کیے گئے۔ دور دور تک ان کے نام کی شہرت پھیل گئی۔ ان کے ساتھ کام کرنے والے بزرگ حضرات ایک کے بعد دیگرے انتقال کر گئے کہ سبھی کو جانا ہے، کون یہاں رہنے کے لئے آیا ہے .....اب کمانڈنگ پوزیشن نعمان فاروقی کے ہاتھ تھی ان کے حکم کے بغیر ایجوکیشنل کامپلیکس کا پتہ نہیں ہلتا تھا!

اب وہ کسی کے ساتھ انصاف تو کسی کے ساتھ ناانصافی کرنے لگے۔ اب ان کا دربار سجنے لگا۔ مدرسین اور معلمات کے تقرر پر ہزاروں روپئے کا لین دین ہوا۔ مدرسین کے ٹرانسفر کے لئے پیسے لئے جانے لگے۔ مدرسین انہیں گھیرے رہتے، انہیں جی حضوری کی عادت ہوگئی، آس پاس خوشامدی لوگ جمع تھے۔ وہ شروع سے طبیعت کے رنگین مزاج اور منچلے واقع ہوئے تھے۔ جب خوبصورت معلمات کو دیکھتے تو طبیعت کی جولانی زور مارنے لگتی۔ جی حضوری اور خوشامدی کا بول بالا ہوگیا۔ مکھن لگا کر ٹوسٹ سینکا جانے لگا۔

آپ ہمارے گھر صبح آیئے۔

آپ ہمارے گھر شام آیئے۔

آپ رات بھر ہمارے ساتھ رہیئے۔

معلمات کو نوکری پیاری تھی اکثر معلمات کے شوہر نکمے تھے۔ معلمات سے جزیہ لیا جانے لگا۔ دیکھتے ہی دیکھتے نعمان فاروقی تین بیویوں کا شوہر بن بیٹھا پھر بھی زبان سے رال ٹپکنا بند نہیں ہوا۔ نعمان فاروقی کی علاقے میں دھاک بیٹھ گئی۔ انہیں سرسید ثانی کہا جانے لگا۔ مقامی سیاست میں ان کا عمل دخل بڑھا اور وہ سیاسی سماجی

تعلیمی میدان کے بے تاج بادشاہ کہلائے۔ کبھی کبھی تو لگتا تھا جیسے وہ پریلل سرکار چلا رہے ہوں!

☆

سلمہ خوبصورت تھی۔

شیراز ذہین تھا۔

دونوں اپنی خصوصیات میں یکتا و تنہا تھے۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

سلمہ اور شیراز ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے۔

یہ بات سارا کالج جانتا تھا۔ یہ بات نعمان فاروقی سے بھی پوشیدہ نہیں تھی۔

''وہ لڑکی کون تھی؟ جس کا ذکر تم کل کر رہے تھے، میں رات بھر پریشان رہی۔'' سلمہ پریشان تھی۔

''تم ہو وہ لڑکی۔ اور کون ہو سکتی ہے بھلا۔'' شیراز نے کہا

سلمہ شرما گئی۔ جب وہ شرماتی تو اس کا سر اپنے آپ جھک جاتا تھا۔ تاکہ شیراز تھوڑی پکڑ کر سر کو اٹھا سکے۔

''میں تم سے دل کا حال کہنے کے لئے موقع کی تلاش میں تھا۔ اچھا ہوا تم نے خود ہی پوچھ لیا۔''

''میں بھی تم سے بہت کچھ کہنا چاہتی ہوں، ایک ڈائری ہے جس میں میں نے سب کچھ لکھ دیا ہے۔''

سلمہ نے ڈائری شیراز کو دی۔

شیراز نے سلمہ کو کون والا آئسکریم کھلایا، کون والا آسکریم کھاتے ہوئے اس کے ہونٹوں پر آئس کریم پھیل گئی۔ شیراز نے کہا ''تمہیں آئس کریم کھاتے ہوئے دیکھ کر مجھے اچھا لگتا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ تم ہمیشہ آئس کریم کھاتی رہو اور میں تمہیں دیکھتا رہوں۔''

شیراز نے گھر جا کر ڈائری کھولی۔ ڈائری میں کچھ نہیں لکھا تھا لیکن وہاں سلمہ کا چہرہ تھا اور وہ بول رہی تھی کہ وہ اسے کئی دنوں سے چاہتی ہے اس کے بولنے کا طریقہ جینے کا انداز اسے پسند ہیں۔

شیراز میں ایک تھرل سا جاگا۔

☆

کالج میں جب چھٹیاں ہوئیں تو سلمہ اپنے گھر امراوتی چلی گئی اور شیراز ناگپور میں رہ گیا۔ سلمہ نے چھٹیوں میں شیراز سے امراوتی آنے کے لئے کہا۔ سلمہ شادی کے لئے پس منظر تیار کر رہی تھی اس لئے اس نے شیراز سے کہا کہ وہ امراوتی آ کر اس کی ماں سے ملاقات کرے۔ لیکن شیراز

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

فی الحال شادی کرنے کے موڈ میں نہیں تھا۔ اسے تو ابھی اپنے پیروں پر کھڑا ہونا تھا۔ اس کا اپنا کوئی گھر نہیں تھا۔ وہ سلمہ کو کہاں رکھے گا؟ سلمہ کو آخر شادی کی اتنی جلدی کیوں پڑی ہے؟ شادی کو کچھ مدّت کے لئے روکا بھی تو جا سکتا ہے۔ مانا کہ وہ سلمہ کو چاہتا ہے پہلے وہ زندگی میں سیٹلمینٹ چاہے گا، آمدنی کا مضبوط ذریعہ تبھی شادی کرے گا ورنہ سب گڑ گوبر ہو جائے گا۔ پیسے کا بحران وہ اپنے گھر میں دیکھ چکا تھا۔

شیراز امراوتی جانے کی ہمت مجتمع نہ کر سکا۔ ساری چھٹیاں الجھن میں رہا پس و پیش میں چھٹیاں گزر گئیں اور کالج شروع ہو گیا۔

اب پھر وہ ہی گہما گہمی تھی۔ لیکن سلمہ اس سے منہ پھلائے رہی اور دور دور بھاگنے لگی اس نے سلمہ کو ٹوکا۔ ''کیا بات ہے۔''

''کچھ نہیں'' سلمہ نے ہنس کر ٹالنا چاہا۔

''بہت ناراض ہو۔ دو مرتبہ میں نے تمہارے گھر آنے کا پروگرام بنایا لیکن والد کی طبیعت خراب ہو گئی کیا کرتا۔'' شیراز نے جھوٹ بولا۔

''بعد میں بھی آ سکتے تھے۔''

اس سوال کا وہ جواب نہ دے سکا، کتنی بار جھوٹ بولتا۔

''میں سمجھ گئی۔ سب سمجھ گئی۔ یہی ہے تمہارا پیار! میں وہاں تمہارے انتظار میں مرتی رہی، تم سے اتنا بھی نہ ہوا کہ فون کر دیتے۔ پانچ منٹ کے لئے آ جاتے۔ کتنی دور ہے نا گپور سے امراوتی۔''

''میں تمہیں کیسے بتاؤں اپنی مجبوری وہ روہانسا ہو گیا۔ میرے لئے نا گپور سے امراوتی دور تھا۔''

کچھ دیر دونوں دور دور کھڑے رہے۔

''پلیز مجھے معاف کر دو۔ میں نے تمہارا دل دکھایا۔''

لیکن شیراز کا جواب سننے سے پہلے ہی سلمہ وہاں سے جا چکی تھی!

☆

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

نیا سال آیا، تو دونوں نے ایک دوسرے کو مبارکباد دی، اب شیراز اور سلمہ ایک دوسرے سے بات بھی کرنے لگے دونوں بی اے کے تھرڈ ائیر میں تھے۔ بس بی اے کر کے سلمہ چلی جائے گی پھر اس کی شادی ہو جائے گی ایک سال میں جو کچھ بھی کرنا ہے کر لینا چاہئے ایسا شیراز سوچنے لگا۔

ایک بار چھٹیوں میں اس نے امراؤتی جا کر سلمہ کو چونکانے کا منصوبہ بنایا۔ بغیر بتائے وہ سلمہ کے گھر جا پہنچا۔ وہ کافی جوش میں تھا اور چاہتا تھا کہ سلمہ کی ماں سے مل کر سب کچھ ٹھیک کر لے..... لیکن سلمٰی کافی بدلی ہوئی لگی..... سلمی نے اس کے آنے پر کوئی خاص جوش نہیں دکھایا۔ وہ اداس لگی، بات چیت ہوئی لیکن بیچ بیچ میں وہ اسے اکیلا چھوڑ کر چلی جاتی تھی۔

''میں تمہاری ممی سے ملنا چاہتا ہوں۔''

''ان کی طبیعت خراب ہے۔''

''ان سے کچھ باتیں کرنی ہیں۔''

''کیسی باتیں۔''

''میں شادی کے لئے تیار ہوں۔''

''مجھے اس بارے میں کوئی بات نہیں کرنی ہے۔''

''آخر کیوں کیا دِقّت ہے؟ میں نے سب ٹھیک کر لیا ہے میں تمہارا ساتھ چاہتا ہوں۔ تمہیں اپنے فیصلے پر افسوس نہیں ہوگا۔''

میں شادی نہیں کر رہی ہوں۔''

شیراز اداس ہو گیا۔ سلمی وہاں سے چلی گئی! اس کے بعد شیراز دوستوں میں آن ملا۔ اس نے دوستوں کے ساتھ شراب پی۔ وہ رو رہا تھا!

☆

ایک دوست نے اسے سمجھایا۔

''کیوں اس کے چکر میں پاگل ہو رہا ہے۔ اپنی زندگی برباد کر رہا ہے۔ اسے خود سے مطلب ہے مطلبی لڑکی ہے وہ۔''

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

''کیسے مان لوں۔ وہ مجھ سے پیار کرتی ہے۔ اس کی ڈائری میں نے پڑھی ہے۔''

''اس کی ڈائری کوری ہے، تو نے ہی مجھے بتایا تھا! ۔ بے وقوف ہے تو کس دنیا میں رہتا ہے۔ آج ہر چیز کو سکّہ کی طرح چلایا جا رہا ہے۔''

''میں زندگی سے مایوس نہیں ہوں۔''

''پھر عورتوں کی طرح روتا کیوں ہے۔''

''سلمہ کے والد مر چکے ہیں، گھر میں سب عورتیں ہیں، ہوگی کوئی مجبوری۔''

''کاہے کی مجبوری، اس کو لڑکوں سے عشق لڑانے کا شوق ہے، میں نے اس کے بارے میں پتہ چلایا۔ وہ ٹھیک لڑکی نہیں ہے۔

''مجھے تیری بات پر بھروسہ نہیں۔''

''اچھا بتا، تو نے اس سے پیار کا اظہار کیا اسے شادی کا آفر دیا۔''

''ہاں۔''

''اس کے ساتھ ڈیٹ پر گیا؟''

''نہیں''

''تو تو نے کچھ بھی نہیں کیا۔''

''میں نے اسے چاہا..... وہ پڑھی لکھی لڑکی ہے اپنی زندگی کا خود فیصلہ کر سکتی ہے۔''

''آدرش وادی مت بن، اس کی ماں سے ملتا، گپ لڑاتا، اسے گھماتا پھراتا۔''

''ماں کو''

''نہیں لڑکی کو، ابے دنیا بدل گئی ہے، آج کل جو ہے اس کی بات نہیں کرتے جو نہیں ہے، اس کی بات کرتے ہیں۔''

''تو کیا جھوٹ بول کر اسے دھوکہ دیتا۔''

''ہاں۔ سچ کا انجام تو نے دیکھ ہی لیا بچّو!''

سلمی نے شیراز کو خط لکھا کہ اس کی شادی ہونے والی ہے۔ وہ سارے محبت نامے جلا دے۔ شیراز نے اسے پھر کبھی خط نہیں لکھا۔ اس دن کے بعد شیراز کی زندگی ریگستان میں تبدیل

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

ہوگئی۔ وہ جدھر دیکھتا اسے سوکھے اجڑے درخت، بنجر کھیت کھنڈر مکان، اداس چہرے، لڑتے جھگڑے روتے لوگ اور مایوسیاں نظر آتیں وہ ایک چھوٹی موٹی نوکری کررہا تھا۔ اسے ہر جگہ کھوٹ اور نیت میں فطور کا احساس ہوا۔ اسے لگا زندگی سے معنویت ختم ہوگئی ہے۔

سلمی اس کا اعتقاد تھی۔ امید تھی۔ خواب تھی۔ اس نے سوچا اگر سلمہ جھوٹی اور مکار ہوسکتی ہے تو یہ دنیا بھی ایسی ہی ہے۔ شیراز اپنا ماضی بھلانے کی کوشش کرنے لگا اس بار مہدی حسن اور غلام علی نے اس کا ساتھ دیا وہ ان کی غزلوں میں کھو جاتا لیکن امید اب بھی دل کے کسی گوشے میں ایک چنگاری کی طرح موجود تھی۔

ایک دن اس کے دوست کا فون آیا۔

''میں نہیں کہتا تھا یہ دنیا بڑی کمینی ہے، تیری وہ لیلیٰ جو میں نے کہا تھا سچ نکلا۔''

''کیا سچ نکلا؟''

''سن سکے گا، ہمت ہے، تیرا دل ڈوبنے تو نہیں لگے گا؟''

''سنا، میں سب برداشت کرلوں گا۔''

''مر تو نہیں جائے گا۔''

''نہیں.....!''

''وہ اسکول میں نوکری کرتی ہے۔ کار سے آتی جاتی ہے۔ سارا شہر جانتا ہے۔ اسکول کے چیرمین سے جو اس کی باپ کے عمر کا ہے۔ اس کے ساتھ گلچھرے اڑاتی ہے۔ تیری لیلیٰ۔

''ابے سالے کمینے، جھوٹے''

''سن نہیں سکا نا سچائی سے دور بھاگتا ہے، میں نے کہا تھا.....''

''اور سن بڈھے نے اسے رکھیل بنایا ہے۔ اب صدمہ لے لے۔''

''چل.....ٹھیک کیا تو نے بتا کر۔''

''ابے دوست کس کام آتے ہیں، تو اس کے لئے ایک کھلونا تھا.....''

''اس کی زندگی ہے جو چاہے کرسکتی ہے۔ ہوگی کوئی مجبوری۔''

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

''ابے تیری تو.....''

دوست نے گالیاں دیں اور فون کاٹ دیا۔

شیراز نے سوچا۔''اگر سلمٰی کے والد زندہ ہوتے، اس کا کوئی بھائی ہوتا تو وہ کیا یوں زندگی سے ہار جاتی۔ اسے لگا سلمی خودکشی کر لے گی، پھر شیراز کو لگا وہ خودکشی کر لے گا۔ لیکن کچھ نہ ہوا۔

شیراز نے سلمٰی کی ڈائری کھولی۔ صفحہ خالی تھا لیکن سلمٰی کا چہرہ اُبھرا اس کی آنکھوں میں ہیرے سے جگمگا رہے تھے۔ وہ ڈائری کے صفحے پر ٹپک پڑے..... میں کئی دنوں تک بدحواس رہی۔'' سلمٰی نے کہا' پھر دھیرے دھیرے مجھے اپنی ماں اور بہنوں کا خیال آیا۔ ان کے لئے مجھے زندہ رہنا تھا!

☆

شیراز کے والد کا انتقال ہوا، اب بہنوں بھائیوں کی تعلیم اور شادی کی ذمہ داری شیراز کے کندھے پر آپڑی۔ شیراز کو اس کے قریبی رشتے دار نے نعمان فاروقی سے ملا دیا۔ کالج میں اسے کلرک کی نوکری مل گئی۔ تنخواہ شروع ہوگئی۔ سب نے اطمینان کی سانس لی، ماں نے دعائیں دی ۔لیکن شیراز جو نعمان فاروقی کا سب سے بڑا مخالف تھا، نعمان نے راتوں رات اس کی مخالفت کو سرد کر دیا۔ وقت اور حالات نے شیراز کے باغیانہ خیالات کی خصی کر دی۔

اب نعمان فاروقی کی نظر سلمی پر تھی اس نے سلمٰی کو گرلز سیکشن میں معلّمہ بنا دیا۔ پھر اس کے گلے میں بھی پٹا ڈال دیا اور اب وہ اس کے قدموں میں بچھی جاتی تھی۔ حالات نے سلمی کو 'کُتیا' بنا دیا۔ نعمان فاروقی کی چاروں طرف دھاک تھی۔ ہر طرف دبدبہ تھا اس نے سلمٰی سے شادی کر لی، شادی کے بعد اسے جونیئر گرلز کالج کی پرنسپل بنا دیا۔

کہانی کا کوئی نہ کوئی انت تو ہونا ہی تھا۔

شیراز اور سلمٰی کی کہانی کو نعمان فاروقی نے جو خوبصورت موڑ دیا۔ ویسا موڑ کیا کوئی دے سکتا تھا!

□

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

بلّی

میں سمندر کنارے ریت پر بیٹھا تھا۔ میں بیٹھا تھا، سمندر کو نہارتا ہوا کہ مجھے لگا کوئی مجھ سے ہولے ہولے کہہ رہا ہے۔

''تیرا نام کیا ہے اور نام کیوں رکھے جاتے ہیں؟'' پھر میں نے سنا۔ ''سر پر چھت، کبھی چھت پر سر ساتھ میں بیوی، کبھی بیوی میں ساتھ، پھر بچے، پھر اخراجات!''

''نہیں!'' مجھے لگا میں چیخ رہا ہوں۔ ''ان میں ایک بلی، ہری ہری آنکھوں والی، پیروں میں آتے جاتے گول گول دائروں اور قوسین میں گھومتی ہوئی ایک بلی۔''

خاموش ہوا تو لگا سانس پھول گئی ہے۔ مجھے خوشی ہوئی کہ پھر اس آواز کو میں نے بولنے نہ دیا اور واقعی پھر بہت دیر تک کوئی مجھ سے بولا بھی نہیں!

کہیں زور کا کھٹکا ہوا تھا۔ نیند اچٹ گئی تھی، ایک خوفناک خواب تھا کہ جیسے نیند کا مطلب ہی اب خوفناک خواب ہو کر رہ گیا ہے۔

ایک بڑے گھر کا چھوٹا سا پچھواڑہ، بڑے گھر سے پچھواڑے کو الگ کرتی ایک دیوار اور اونچی دیوار سے گھری اس برآمدہ نما جگہ پر ہم نے اپنا ''گھر سنسار'' سجایا ہے۔ دیوار پر چڑھ کر ہمیشہ کی طرح پھر ایک بار بلی اوپر سے نیچے کودتی ہے اور پوری گرہستی کو تہس نہس کر دیتی ہے۔

اس آواز سے میں اٹھ بیٹھا ہوں۔ بکھری چیزوں کو دیکھ رہا ہوں۔ نمک کا ڈبہ الٹ گیا ہے۔ ہلدی کا پاکٹ کھل گیا ہے، تیل کی شیشی لڑھک گئی ہے، آٹے کا کنستر ڈول رہا ہے، دھنیا، گرم مصالحہ، مرچی پاؤڈر اور پتہ نہیں کیا الم غلم آپس میں رُل رہے ہیں۔

بیوی شیلا نقصان سے رنجیدہ ہو کر بھی اطمینان کا اظہار کرتی ہے۔

''اچھا ہوا دودھ سلامت ہے۔''

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

''لیکن یہ سب بکھر گیا اس کا کیا؟''

''سمیٹ لیں گے، زندگی بھر سمیٹتے تو آئے ہیں!'' بیوی کے لہجے میں طنز کی کاٹ تھی۔

ہزاروں سال پہلے گرہستی تہس نہس کرنے والی یہ بلی ہمارے گھر آئے تھی وہ شیر کی خالہ تھی اور شیر نے اسے آگ لینے ہمارے گھر بھیجا تھا۔ مگر بلی آگ لینے آئی اور یہیں رہ گئی۔ پہلے تو وہ ہمارا پیار اور دلار پاتی رہی، بعد میں اپنی جبلتوں اور خصلتوں کو بروئے کار لانا شروع کیا،

.....شہر میں آنے کے بعد بلیوں سے میرا ہر گام پر سامنا ہوا ہے۔ میں گاؤں سے آیا تو روٹی کی تلاش میں پھنسا دیا گیا ایک پنجرے میں، جس میں روٹی کا ٹکڑا پھنسا تھا میں پنجرے میں بند تھا اور بدصورت، بدہیئت، موٹی دبلی، خوبصورت بلیاں پنجرے کو گھیرے بیٹھی تھیں، ازل سے ابد تک شاید!

بلی ہمیشہ کی طرح اوپر سے نیچے کودتی ہے اور سارا سنسار جو بیوی، بیٹی اور میں نے بڑی محنت سے سنجویا ہے، برباد کر دیتی ہے، ذرا بیوی کی نظر چوکی کہ بلی کودی سمجھو، اور ایک دوسری بلی جس سے میں گھر کے باہر نبرد آزما ہوں میرے خوابوں کو توڑ دیتی ہے، ان کی کرچیاں بکھر جاتی ہیں، بجٹ ڈانوا ڈول ہو جاتا ہے، پلان بکھر جاتے ہیں۔ ان بلیوں نے مجھے زندگی کی چوہا دوڑ میں شامل کرا کے بالکل چوہا بنا دیا ہے۔

میں نے بلی کو مارنے کی کوشش کی،

''گربہ کشتن روز اول''

''مارنا نہیں، مارنا نہیں اسے'' شیلا نے منع کیا۔

''کیوں؟'' میں نے پوچھا۔

''سونے کی بلی چڑھانا پڑے گی، جانتے ہو، اور نئی نئی آفتیں ٹوٹ پڑیں گی۔''

☆

بلی میرے حواس پر چھائی ہوئی تھی۔ میں آٹھوں پہر بلی سے متعلق سوچ رہا تھا، کچھ اس طرح وہ ہمارے روزمرہ میں داخل ہوئی تھی کہ مجھے لگتا، میں بھی اس کے روٹین میں شامل ہوں!

بلی اپنے لعاب دہن سے چہرہ صاف کر رہی تھی کہ خُرخُر کرتا ایک بلا کہیں سے آ گیا اور اس وقت تک چیختا رہا جب تک مادہ تولید اس کا خارج نہیں ہو گیا۔

مجھے پتہ چلا کہ جب بلی کو شدید بھوک لگتی ہے اور اسے چوہا نہیں ملتا تو وہ اپنے نومولود بچے کو کھا جاتی ہے۔ لوگ اسے بلی کی بربریت کہتے ہیں۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

میں اسے بلی کی محبت مانتا ہوں۔

میں سوچتا..... بلی کا کردار انسانوں کی طرح بھرم میں ڈالنے والا ہے، چت کچھ، پٹ کچھ اور! یہی دیکھئے بلی اپنا بول و براز، ڈھانپ کر سوچتی ہے کہ بدبو ختم ہو جائے گی اور جرم پر بھی پردا پڑ جائے گا!

یہ بلی کی سوچ ہے۔ مگر اسے احساس گناہ تو ہے؟

☆

آج کتنے دنوں بعد اطمینان سے سویا تھا۔ چھوٹے بھائی کو ٹھیک ٹھاک نوکری کچھ دنوں پہلے مل گئی تھی اور اس نے اپنے آفس کی ایک لڑکی سے فوراً شادی بھی کر لی تھی۔ شادی کی خبر ماں نے ایک خط کے ذریعے دی تھی۔ پتا جی کی تصویر مجھے آج مطمئن نظر آئی تو میں بھی اطمینان سے سو گیا۔

ساڑھے چار برس کی بیٹی ناگپور جانے کا پروگرام بناتی رہی، اپنے جمع ضرب تفریق تقسیم سے تھک کر شام ہوتے ہی دادی دادی کرتی سو گئی۔

کیا اس کے لئے دادی ایک محفوظ Destination ہے۔ میں سوچتا رہا!

شیلا کہنے لگی۔ ''ماں جی نے خط میں لکھا ہے اب ان کا دل وہاں نہیں لگتا۔ لیکن ہم انہیں یہاں رکھ بھی نہیں سکتے! ہم دونوں تو کسی طرح گزارہ کر لیتے ہیں لیکن ماں جی..... اور پھر یہاں ان کی صحت بھی ٹھیک نہیں رہتی۔ ناگپور میں کم سے کم طبعیت تو ٹھیک ہے۔''

شیلا نے یہ سب کہتے ہوئے ایک بار پھر مجھ سے آنکھ نہیں ملائی۔ صرف وہ کہتی رہی میں سنتا رہا اور جھکے ہوئے چہرے آواز کے دائروں اور بلاوجہ ہلتے پاؤں سے بنتے بگڑتے استعاروں کو پڑھتا رہا۔

''ماں نے کہا ہے کہ آپ جا کر انہیں لے آیئے۔ لیکن آپ جائیں گے کیسے.....؟''

''ہاں بھلا میں کیسے جا سکتا ہوں، چاروں طرف بلیاں ہیں، کودتی پھاندتی بلیاں مہینے سے پہلے تنخواہ ختم کر دیتی بلیاں! چادر سکیڑتی، خرچ بڑھاتی بلیاں! چادر سے باہر نکلتے ہاتھ پاؤں کاٹنے پر اکساتی بلیاں، روتی رلاتی اپنا احتساب نہ کرنے دیتی ہوئی بلیاں! ایسی بلیوں کو ختم کرنے کے لئے بھی کیا سونے کی بلی چڑھانا ضروری ہے؟ میں شیلا سے سوال کرتا ہوں مگر وہ سمجھدار ہے، بڑی احتیاط سے بات کرتی ہے۔

☆

ایک مرتبہ شیر کی تصویر دیکھ کر میں نے سوچا۔ شیر کا تصور کرنے کے لئے آپ کے پاس بلی کا

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

ہونا ضروری ہے!

کہتے ہیں مدتوں شیر کو چھینک نہیں آتی اور جب آتی ہے تو اس کی ناک سے بلی نکل پڑتی ہے۔ لیکن شاید یہ اسی وقت ممکن ہے جب شیر اور بلی دونوں حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی میں سوار ہوں اور نوح علیہ السلام شیر کی پیشانی پر ہاتھ پھیریں۔

اب تو خراٹے بھرتی بیوی بھی خُرخُر کرنے والی بلی لگتی ہے۔

ایک مرتبہ بیوی کے ساتھ مارکیٹ گیا تو بیوی اچانک بولی۔ ''رکو.....رکو! کالی بلی، راستہ کاٹ رہی ہے!''

میں نے سوچا۔ تم سے بھی بڑی کوئی بلی ہے!''

میں نے کہا۔ ''چلو کچھ نہیں ہوتا۔''

شاید ہم اس کا ''راستہ کاٹ رہے ہوں۔''

جب بھی ہماری نظر بلی پر پڑتی اور لگتا کہ بس وہ اب کودی تو ہم اسے دوسری طرف ہنکا دیتے، مگر ذرا نظر چوکی کہ بلی باتھ روم کی نالی کے سوراخ سے اندر گھس آتی تھی۔ نالی کے سوراخ سے اندر آتی ہوئی بلی نقصان نہیں پہنچاتی تھی۔ وہ دبے پاؤں آتی، ٹوہ لیتی، کہاں کیا چل رہا ہے، دیکھتی اور ایک آدھ برتن چاٹ چوٹ کر نکل جاتی۔ لیکن جب وہ ہم سب کی نظریں بچا کر دیوار سے کودتی تو سارے 'کئے کرائے' پر پانی پھر جاتا۔ پھر کچھ خوش کچھ ڈری سہمی دروازے کے قریب دم اٹھائے کھڑی رہتی جیسے ایک مکار چمک آنکھوں میں لئے حالات کا اندازہ لگا رہی ہو۔ شیلا کہتی۔ ''دیکھئے، خطرناک سی لگ رہی ہے۔ ہوسکتا ہے جھپٹ پڑے۔'' میں نے کونے میں پڑا ڈنڈا پھر اٹھا لیا، لیکن شیلا نے مجھے پھر روک دیا۔ ''مارنا نہیں''

''نہیں، میں صرف اسے ڈرانا چاہتا ہوں۔''

بلی نے مجھے دیکھا تو فوراً دم دبا کر نالی کے سوراخ سے جسم سکیڑ کر نکل بھاگی۔

''چلئے! میں سب سمیٹتی ہوں شیشے کے ٹکڑے جمع کرتی ہوں۔'' بچی سوتے سے اٹھ کر سہمی سی میرے پاس کھڑی ہوگئی تھی۔ وہ اتنی کم عمری میں بہت کچھ جان گئی ہے۔ صبح اس نے مجھے مطلع کیا تھا۔ ''ڈیڈی! آپ نہیں تھے تو مکان مالک آیا تھا۔'' مکان کا نہ دیا گیا کرایہ اس چھوٹی سی عمر میں ہی اس کی تشویش کا باعث بن گیا ہے۔ شیلا نے جیسے دلاسہ دیا۔ کیا دیوار پر شیشے کے ٹکڑے اور نالی کے سوراخ پر جالی نہیں لگائی جاسکتی؟ بچی بولی۔ ''چلو ڈیڈی! ماں جھاڑو لگا رہی ہے، ہم ذرا باہر سے ٹہل کر آئیں۔'' اس طرح ہم تینوں ایک دوسرے کو آنے والی صبح کے لئے تیار کرتے رہتے ہیں!

☆

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

ایک مرتبہ بلی مجھے دیکھ کر اچانک بھاگ گئی۔ میں سوچتا رہا کہ بلی اچانک کیوں بھاگی؟ بعد میں بلی کی فطرت کا ایک گوشہ یوں کھلا کہ اگر بلی مالک کی کوئی ایسی چیز چرا لیتی ہے جو مالک نے احتیاط سے رکھی ہو تو بلی اس ڈر سے کہ کہیں ماری نہ جاؤں، بھاگ جاتی ہے..... بعد میں خوشامد کرنے لگتی ہے۔ اپنا بدن مالک کے پیروں پر مس کرنے لگتی ہے۔ وہ سوچتی ہے کہ اس خوشامد سے وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے گی اور معاف کر دی جائے گی۔

بلی نے میرا کیا چرایا ہے، یہ میں اچھی طرح سے جانتا ہوں! میں بلی کی پینترے بازی سمجھنے لگا ہوں۔ میں اسے اتنی جلد معاف بھی نہیں کروں گا۔

☆

میں سمندر کنارے بیٹھا تھا اور گھٹنوں گھٹنوں پانیوں میں شیلا دور تک چلی گئی تھی۔ بچی ریت کا گھروندہ بنا رہی تھی اور سہما ہوا سمندر جھاگ چھوڑ رہا تھا۔ میں اٹھا اور پانی میں سپاسپ چلتا ہوا شیلا کے قریب پہنچا۔ اسے کمر سے پکڑ لیا، پھر اسے گھسیٹتا ہوا گہرے پانیوں میں لے گیا۔ پھر وہاں سے اُتھلے پانیوں میں ریلتا ہوا لایا۔ اسے چلّانے کی بھی مہلت نہ دی، تب شاید ہماری اس حرکت پر سمندر کو شرم آئی اگر اس کے کہیں رخسار تھے تو وہ سرخ ہوئے اور ایک بھاری بھرکم لہروں کی رضائی اس نے ہم پر اُڑھا دی۔ جب سمندر لہروں کی رضائی لے کر دور ہوا تو میں نے اپنے نیچے مچلتی شیلا کو زور سے دبوچ لیا اور بولا۔ ''اپن گھوڑا گھوڑا کھیلیں گے'' لیکن وہ ٹھہری مچھلی، پھسل گئی۔ میں گل ڈالے بیٹھا رہا۔ وہ دوبارہ نہیں آئی۔ مجھے اچھا نہیں لگا۔ میرے اندر کہیں میٹھا میٹھا درد اٹھا۔ شیلا سے پھر میں نے کہا۔ ''اپن گھوڑا گھوڑا کھیلیں گے۔''

''مجھے نہیں اچھا لگتا۔'' وہ چڑھ کر بولی۔ ''پانی میں گھوڑا گھوڑا کھیلنا مجھے نہیں اچھا لگتا۔'' اگر غصہ کہیں دھرا رہ سکتا ہے تو وہ اس کی ناک پر دھرا تھا۔ میں نے اسے منایا۔ ''میری مچھلی! یا تو میرے کانٹے میں پھنسو یا مجھے کانٹے سمیت کھینچ لے چلو۔ مگر وہ کچھ نہ بولی۔ مجھے اچھا نہیں لگا، میں فقط دیکھتا رہا کہ وہ میرے ساتھ بھی تھی اور نہیں بھی تھی۔

بھیڑ سے دور سمندر کنارے بیٹھا ہوا میں نرم اور نڈھال ریت! پھر مجھے لگا کہ جیسے میرے کان میں کوئی بول رہا ہے۔

''سر پر چھت، بیوی، بچے، اخراجات۔''

''نہیں ان میں ایک بلی۔'' میں تقریباً چیخا۔ ''ایک بلی ہری ہری آنکھوں اور مخملی دم والی۔''

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

''ٹھیک ہے ٹھیک ہے'' اس آواز کو اگر کہیں سر تھا تو اس نے ہلایا۔

''یہ گھنٹی لے اور بلی کے گلے میں باندھ۔'' میں اٹھا اور گھنٹی جیب میں رکھی۔ ''کہاں جا رہے ہو؟'' شیلا نے پوچھا۔

.....اگر میں کہیں جا رہا ہوتا تو بولتا۔ میں نے کوئی جواب نہ دیا اور چلتا بنا۔ بھیڑ میں مجھے لگا کہ گھنٹی نہیں بجنا چاہیئے۔ میں نے احتیاط برتی مگر گھنٹی بار بار بجی اور جب نہیں بجی تب بھی مجھے لگا کہ بج رہی ہے!

میں نے کچھ دن بلی کا انتظار کیا۔ مگر وہ نہ آئی اور جب اچانک ایک دن آئی تو میں نے گھنٹی بہت تلاش کی مگر حیران ہوا کہ گھنٹی کہاں گم ہوگئی؟

شیلا نے کہا۔ ''ہاتھی سے بڑے ڈیل ڈول والا کوئی جانور آج اس دنیا میں نہیں ہے۔ اتنے بڑے جانور کے دل میں خدا نے بلی کا خوف رکھ دیا ہے۔''

میں شیلا کی بات پر چونک گیا اور میرے اندر شک کی چھپکلی چک چک کرنے لگی۔

☆

وقت زندگی کی مٹھی سے ریت کی صورت پھسلتا رہا۔ تجربات سے پتہ چلا کہ گھنٹی کا ملنا اور بلی کا گم ہونا ایک خواب سے زیادہ کچھ نہیں۔ حقیقت بلی کا دیوار سے کودنا ہے۔ ایک پڑوسی نے مجھے بتایا کہ ہمارے کلچر میں بلی کو مارا نہیں جاتا، بھگا دیا جاتا ہے۔ ہم بلیوں کو اپنے گھر میں سے بھگانے میں لگے رہتے ہیں لیکن بلیاں بھاگ کر پھر واپس آجاتی ہیں بالکل اس طرح جیسے سڑک واپس آتی ہے۔ میں نے شیلا اور بیٹی کو بتایا کہ بلی سے دودھ کو بچائے رکھنے کے لئے ہمیں خوب ہوشیار اور مستعد رہنے کی ضرورت ہے۔ ہم نے نالی کا سوراخ اینٹ سے بند کر دیا، ٹوٹنے پھوٹنے والے سامان اندر کے کمرے میں رکھ دیئے۔ لیکن کیا کیا بچائیں اور کب تک بچائیں؟ نہ معلوم میں اب اطمینان سے کبھی سو پاؤں گا بھی یا نہیں؟

اکثر بلی کو اپنے آس پاس دبے پاؤں گھومتے دیکھتا ہوں۔ بے آواز چلتی ہوئی بلی..... کب کس طرف سے حملہ کر دے کچھ کہا نہیں جا سکتا۔ رات دن بلی اپنے مقصد اور ہدف میں کامیاب ہونے کے لئے کوشاں رہتی ہے اور ایک بلی کئی کئی بلیوں میں تبدیل ہوتی جاتی ہے۔

□

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

بگ بینگ

ہاں تو ایک دن کیا ہوا، کہ جھا جھوں مانی برسا، سارا شہر جل تھل ہو گیا۔
ماہم پر ریل کی پٹریاں پانی میں ڈوب گئیں! ویرار کی لڑکی چرچ گیٹ میں پھنس گئی! کیسے جائے گی گھر..... ٹرین بند ہو گئی.....
اور وہ لڑکا جس کی مسیں بھیگ رہی تھیں، اس کا کیا ہوا؟
وہ لڑکا، جو گاؤں نہیں جانا چاہتا۔ وہ لڑکا جو کاغذ کی ناؤ لایا تھا اپنے ساتھ، جو یہاں کے سمندر میں تیرائی نہ جا سکی، وہ لڑکا جو ہاؤڑا ایکسپریس سے آیا تھا اور دادر کے پلیٹ فارم پر اترا تھا۔ چکا چوندھ کو چھونے کی آرزو لے کر..... وہ لڑکا جو اپنے خوابوں کو حقیقت کا روپ دینا چاہتا تھا۔ اپنا کلچر لایا تھا اپنے ساتھ، یہاں آ کر بھیڑ میں تبدیل ہو گیا، یہاں آ کر اس کا کلچر دوسرے تمدنوں کے ساتھ مل کر چوپاٹی کی بھیل بن گیا۔
وہ لڑکا جو بھیڑ میں اکیلا رہ گیا.....
تو بھیا! ایک دن کیا ہوا کہ جھا جھوں پانی برسا کہ سارا شہر جل تھل ہو گیا، ماٹونگا میں پانی بھر گیا۔ ڈزاسٹر مینجمنٹ ہاتھ ملتا رہ گیا۔ سمندر غصہ ہوا کہ میں تو اونچی ذات کا ہوں اور اچھوت پانی کیسے قبول کروں..... اور ایسے میں بھیا چاروں طرف جل تھل کہ ٹیکسی نہیں کہ رکشا نہیں، لال رنگ کی بسیں بھی جان چھڑا کر خدا جانے کہاں جا چھپیں!
ماٹونگا کے بھرے ہوئے پانی نے سمندر کے رویئے پر افسوس کا اظہار کیا۔ سمند تو تعصب پر اتر آیا ہے۔ خدا خیر کرے!
تو لڑکی ویرار کی پھنس گئی چرچ گیٹ میں۔ لیکن وہ واٹر پروف تھی۔ نان میکینیٹک بھی تھی، آٹو میٹک تھی کہ ٹک ٹک کرنے لگی۔ چاروں طرف پانی ہی پانی تھا۔ کہ گھٹنوں تک پانی تھا کہ گلے تک پانی تھا..... کہ سر سے اونچا پانی تھا! کہ مسلسل لڑکی کے اندر بلاسٹنگ ہو رہا تھا کہ بت ٹوٹ رہے

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

تھے! ملبہ اڑ رہا تھا اور لڑکا زخمی ہو رہا تھا۔ اندر سے باہر سے، اوپر سے نیچے سے، دائیں سے بائیں سے.....

کیا لڑکے کی مسیں آج رات بھیگ جائیں گی!

لڑکی کے لئے یہ ایک لمحۂ فکریہ تھا۔

.....جیسے ممبئی پہلے پانچ جزیروں کا شہر تھا، وہی حالت پھر سے پیدا ہوگئی۔ پانچ جزیرے پھر ابھر آئے!

☆

لڑکے نے کہا۔ ''گھبراؤ نہیں! میں ہوں نا تمہارے ساتھ، کانپو نہیں سردی سے، میرا کوٹ لے لو، مجھ پر بھروسہ کرو، میں ہوں نا تمہارے ساتھ!''

کہیں کچھ کھانے کے لئے نہیں تھا۔ لڑکی نے اپنے بیگ سے ویفر کا پیکٹ نکالا، پھر پانی کی بوتل نکالی، اور لپ اسٹک درست کی۔

''کیسی لگ رہی ہوں میں!''

لڑکے نے کہا۔ ''صبح کچھ پتہ نہیں چلا، صبح تو چٹک دھوپ تھی، پھر اچانک بارش ہوگئی! اور اتنی بارش! ایسی بارش میں نے کبھی دیکھی نہیں!''

لڑکی نے کہا۔ ''تم جانتے ہو میرے اندر بلاسٹنگ ہو رہی ہے اور تم ہو کہ گھونچو، اور تم ہو کہ بدھو، کچھ سمجھتا ہی نہیں ہے تمہیں، اور تم ہو کہ دبّو، کچھ پلّے ہی نہیں پڑتا تمہارے۔''

''مسیں بھیگنے کا انتظار کرو مونا ڈارلنگ!'' لڑکا کہتا ہے۔

''دیکھوں گی دیکھوں گی اور نکل جاؤں گی! ہاں..... میں بھی آخر کب تک انتظار کروں۔''

☆

''آؤ کہ ایک خواب بنیں!''

''آؤ کہ ایک خواب کو شرمندہ تعبیر کریں''

''خدا کرے پانی اسی طرح برستا رہے، سارا شہر ڈوب جائے پانی میں، ساتوں سمندر ایک ہو جائیں اور کیا ہی اچھا ہو کہ یہ پانچ جزیروں والا شہر تمہارے والد مجھے تمہارے جہیز میں دے دیں!''

''مگر نہیں دیں گے، کیونکہ تم جارج دوم نہیں ہو۔''

''تم بھی کہاں پرتگال کی شہزادی ہو؟''

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

''بکواس بند کرو.....آؤ کہ ایک کشتی بنائیں، ایک ایک جوڑا ہر متنفس کا لے لیں، کشتی بنائیں، چپو چلائیں، مجھے چپو چلانے میں بڑا مزا آتا ہے۔''

''چپو چلا کر کہاں جائیں گے۔''

''کہیں بھی، بس چپو چلاتے رہیں گے قیامت تک، کشتی چلے نہ چلے۔''

''اور تمہارے ماں باپ!''

''سب پر ڈالو خاک، مرنے دو سالوں کو، ایک تم اور ایک میں، بس اتنا ہی یاد رکھو، ایک ہپی دوست نے کہا تھا۔ سانپ کو پال لو، باپ کو نہیں۔''

''بلاسٹنگ ہو رہی ہے۔ زمین طرح طرح کی دھاتیں اگل رہی ہے، مگر پڑے پڑے خراٹے لے رہے ہیں سالے۔ ملبوسات کے ٹانکے ادھڑ رہے ہیں۔ دھماکے، دھماکے، دھماکے، مگر چین کی بنسری بجا رہے ہیں سالے۔ نیرو کی اولاد کہیں کے۔''

''اخلاقیات پر حملہ مت کرو اور ماں باپ کو بیچ میں مت لاؤ۔ آخر انہوں نے تمہیں پیدا کیا ہے۔''

''ہم نے کب کہا تھا ان سے کہ ہمیں پیدا کرو، بھاڑ میں جائیں ایسے ماں باپ۔''

''چھوڑو سب، کشتی بناؤ کشتی، پہلے بیٹے کو چھوڑ دیا تھا۔ اس دفعہ بیٹے کو کشتی میں بٹھا لو، باپ کو چھوڑ دو۔ جب پانی اترے گا تو تمہاری کشتی جو دی پہاڑ پر ٹنگی ہوگی۔''

''باپ رے، تو پھر اتریں گے کیسے؟''

''پانی اترے گا تو ہم بھی اتر آئیں گے۔''

''ابا آئے تھے، اس شہر میں شاید بن باس کاٹنے۔''

''ان کے پیچھے اماں بھی تو تھیں۔''

''کہاں سے آئے تھے پتہ نہیں وہ لوگ، مگر آئے تھے ضرور۔''

''نہیں وہ کہیں سے آئے نہیں تھے، وہ ہمیشہ سے یہیں تھے۔''

''وہ ہمیشہ سے یہیں کیسے ہو سکتے ہیں، وہ کہیں نہ کہیں سے تو آئے ہوں گے۔''

''جانے دو.....میرا سر درد کرنے لگا ہے۔''

''سنا ہے وہ ستو پر گزارہ کرتے تھے۔''

''ستو! واہ کیا چیز ہے، ستو من متو، گھولیں گے پھر کھائیں گے! واہ!''

''لیکن تم کب آئے تھے؟''

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

''آئے تھے ہم بھی، کبھی نہ کبھی۔ جب گھنا اور چمکدار اندھیرا تھا، مگر آنکھیں چندھیا رہی تھیں، جسم پر کانٹے اگانے والا سناٹا تھا اور تم جانتی ہو یہ واقعہ سورج کے جنم سے پہلے کا ہے۔ پھر ایک ٹھنڈی ٹھنڈی، سہانی ہوا کا جھونکا آیا تھا۔ وہ ریشمی ہوا تھی اور وہ مسرور کرنے والا جھونکا تھا اور پتہ ہے تمہیں اس جھونکے کی خوشبو بانجھ نہیں تھی اور میں نے اسے پکڑ لیا تھا۔''

''.....پھر ایک بڑا دھماکہ ہوا تھا۔ بگ بینگ۔ یاد ہے تمہیں اور ایک چیخ!''

''وہ چیخ کس کی تھی۔ کیا وہ دنیا کے پیدا ہونے کی چیخ تھی؟''

☆

لڑکا اب گاؤں نہیں جانا چاہتا۔ شہر اس کے لئے ایک کمبل کی طرح ہے جو اسے کسی طور نہیں چھوڑتا۔ وہ گاؤں کا بڑا مکان چھوڑ کر اپنے خواب شرمندہ تعبیر کرنے یہاں آیا ہے۔ وہ فٹ پاتھ پر سو جاتا ہے۔ پبلک نل پر کھڑے کھڑے کھلے میں نہاتا ہے۔ مگر گاؤں نہیں جاتا۔ زمین جائیداد، اتنا بڑا مکان، نرم گدے والا بستر اور بند باتھ روم اس کا انتظار کرتے ہیں۔

یہ شہر ہمیشہ اس کے سامنے کھڑا رہا، اسے للچاتا رہا، لیکن جب وہ چھونے کے لئے آگے بڑھا تب شہر دور چلا گیا، مگر وہ رہا نظروں کے سامنے، لڑکا کوشش کرتا رہا.....مگر ہارتا رہا.....شہر جیتتا رہا.....یہ شہر ایک خواب تھا جو اس نے دیکھا تھا۔ جس طرح بحر عرب شہر کو گدگداتا ہے اسی طرح یہ خواب بھی اسے گدگداتا تھا!

تو بھیا! کشتی تیار ہے، بھوک شدید ہے لیکن پیاس عنقا ہوگئی ہے اور نان بائی کے پاس روٹی نہیں کیونکہ اس کے تندور سے پانی ابل رہا ہے۔ کھانے کے لئے ویفر کا ایک پیکٹ اور پانی کی بوتل۔ بھیا کیا کریں، کہانی سنیں کہ سر دھنیں کہ جودی پہاڑ پر اٹک جائیں کہ قابیل کی طرح ہابیل کو قتل کریں کہ یاجوج ماجوج کی طرح دیوار چاٹیں! کہ اپنا ایک کان بچھا کر دوسرا اوڑھ لیں۔

تو بھیا! ویرار کی لڑکی پھنس گئی چرچ گیٹ میں اور پانی ہی پانی!

☆

گاؤں سے خط آیا ہے۔ ماں کی طبیعت خراب ہے، بہن کے ہاتھ پیلے کرنے ہیں، کالی بھینس نے بچھڑا دیا ہے۔ باپ کہتا ہے تجھے بی ایس سی ایگریکلچر اسی لئے کرایا تھا کہ شہر کی خاک چھانے، وڑا پاؤ پہ گزارہ کرے، ارے اپنے پاس زمین ہے، زرخیز زمین! تو اگر یہاں آجائے تو اور زیادہ اناج اگلے گی، یہاں کی حلوا پوری چھوڑ کر تو وہاں وڑا پاؤ کھا رہا ہے، لڑکی والے پوچھ رہے تھے۔ ان کو میں کیا جواب دوں؟ ماں تیری فکر کرتے کرتے بیمار ہوگئی۔ آجا بیٹا آجا! اپن سویابین

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

کی کھیتی کریں گے، اپن یوکلپٹس کے درخت لگائیں گے.....

اور دیکھتے ہی دیکھتے جو ابھرے تھے پانچ جزیرے، آن واحد میں غائب ہو گئے۔ منظر دھل گئے، پانی اتر گیا، سمندر نے ضد چھوڑ دی۔ پانی اترا تو دونوں کشتی سے اتر آئے۔ لڑکی نے دیکھا کہ آمد و رفت شروع ہو چکی ہے۔ چرچ گیٹ سے ویرار کی طرف نہ صرف ٹرینیں چلنے لگی ہیں بلکہ واپس بھی لوٹ رہی ہیں۔

رات لڑکی نے لڑکے کو رام کیا تھا، صبح رام رام کر دیا۔

لڑکا ہاتھ ہلاتا رہ گیا.....تو کیا وہ زندگی بھر ہاتھ ہلاتا رہ جائے گا؟ اور وقت ریت کی صورت زندگی کی مٹھی سے گرتا چلا جائے گا۔

خط آتا ہے تو لڑکا خواب بننے لگتا ہے۔

.....شاید اگلے ہی لمحہ کوئی کرشمہ ہو جائے۔ کچھ بھی بگ بینگ، بڑا دھماکہ ہو، اور دنیا بدل جائے!

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

آدم اور حوا

جب لڑکیوں کی بوٹی بوٹی پھڑکنے لگی اور لڑکوں کے وشال سینے سے بالوں سے اٹ گئے تو حوّا کو فکر ہوئی۔ وہ اب اور بھی مستعدی سے، شکار سے لوٹے، آدم کی پسلیاں گننے لگیں!

☆

.....ایک دن کیا ہوا، کہ سارا آوا کا آوا پکنک منانے سمندر کنارے گیا۔ بچے آدم اور حوّا کو ساتھ تیرنے کی دعوت دینے لگے۔ حوّا کو زکام تھا، اس لئے وہ ساحل پر کھانا تیار کرنے میں جٹ گئیں، اور بچے آدم کو پانی میں گھسیٹ لے گئے، پھر ایک دوسرے پر چھپاک چھپاک پانی اڑانے کا کھیل چلتا رہا۔

پھر وہ لوگ تیرتے ہوئے بہت دور نکل گئے۔

حوّا نے ایک لڑکے کو کھانا بنانے میں اپنی مدد کے لئے روک لیا تھا۔ مگر حوّا نے محسوس کیا کہ وہ لڑکا تیرنے گئے آدم اور بچوں کو دور جاتا دیکھ رہا ہے حوّا نے اس سے کہا "کہاں دیکھ رہے ہو، میں تو یہاں ہوں۔ اپنے آپ میں خود اعتمادی پیدا کرو، تم خود آدم ہو!"

پتہ نہیں لڑکا حوّا کے الفاظ سن رہا تھا یا ان کی آنکھوں میں محبتوں کے ساگر امڑتے دیکھ رہا تھا!

کچھ دیر بعد جونہی آدم نے اردو گرد دیکھا تو وہ اکیلے.....لڑکی نہیں تھی! ان کی بیٹی جس کے

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

ساتھ وہ ہنستے کلکتے تیر رہے تھے۔ یوں اچانک غائب! وہ گھبرا گئے، اسے آوازیں دینے لگے۔ بچوں کی ٹیم ذرا دور تھی۔ انہیں پتہ چلا تو وہ بھی تیزی سے تیرتے ہوئے آئے اور پریشان ہو اُٹھے۔ تبھی ذرا دور پانی میں کوئی ڈوبنے ابھرنے لگا۔ ڈوبا پھر اُبھرا! آدم نے دیکھ لیا، دوڑے۔ بچے چلائے، آدم نے پہلے اس ڈوبنے ابھرنے والے ہاتھ کو نکالا، ہاتھ کو نکالنا تھا کہ لڑکی خود بخود نکل آگئی۔ یہ وہی لڑکی تھی جو اچانک غائب ہوگئی تھی، جو آدم سے چند لمحوں پہلے، زندگی اور موت کے سوال پر جواب طلب کر رہی تھی!

آدم نے لڑکی کو کندھوں پر لادا۔ ساحل کی طرف تیر کر آئے۔

لڑکی کو اوندھا لٹایا، پیٹ سے پانی نکالا، پھر سیدھا کیا، ناک کے قریب ہتھیلی رکھ کر دیکھی سانس رُک رُک کر چل رہی تھی، پھر انہوں نے دیر نہیں کی اور جھٹ اس کے منہ کے قریب اپنا منہ کر لیا اور تنفس دینے لگے۔ مگر جیسے جیسے وہ تنفس دیتے جاتے تھے ویسے ویسے وہ حوا بنتی جاتی تھی!

.....پھر آدم کو لگا کہ وہ لڑکی اب لڑکی نہیں رہی، حوا بن گئی ہے۔ مکمل حوا.....اور اب پھر سے شروع ہوگا۔ سانپ اور Apple کا چکر! اور پھر سے دوبارہ جنت بدر ہوں گے.....اس سے پہلے کہ وہ اسے ساری باتوں کا پتہ دیتے.....حوا جو ساحل پر تھیں، وہاں آدھمکیں اور آدم کو کھینچ کر ساحل کی طرف لے چلیں.....

.....یہ کیا وہ تمہاری بیٹی ہے، تمہیں شرم آنی چاہئے تھی۔

.....شرم کیسی، مصنوعی تنفس دینے میں شرم.....کیسی؟ وہ ڈوب گئی تھی۔

.....ڈوب تو تم جاؤ اب چلّو بھر پانی میں۔

.....تو کیا اسے ڈوبنے دیتا؟ وہ تم تھیں بالکل تم؟

.....اسے بچاتے، مگر اپنے آپ کو ڈوبنے نہ دیتے۔

.....کیا مطلب؟

.....ڈوبی وہ نہیں.....تم ڈوبے، سمجھے۔

.....میں سمجھا نہیں۔

.....میں سب سمجھ گئی، کیا میں مر گئی ہوں۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

.....تمہیں شیطان نے پھر بہکایا ہے۔

.....بہک تو تم گئی ہو.....چلو اب۔

آدم نے حوّا کے اصرار پر پھر کبھی کسی لڑکی کو مصنوعی تنفس نہ دینے کی قسم کھائی۔ مگر حوّا مطمئن نہ ہوئیں۔ انہوں نے اور بھی بندوبست کرنا چاہا، آدم جھوٹی قسم بھی تو کھا سکتے ہیں۔

اس لئے اس رات حوّا نے اپنے سارے جوان بیٹوں اور بیٹیوں کو الگ الگ کمرہ رہنے کے لئے دے دیا۔ اس رات ایک آدم اور حوّا کے کئی کئی آدم اور حوّا ہو گئے۔

رات گزرتی رہی۔

حوّا نے اطمینان کی سانس لی۔

جب صبح کی شفق پھولی تو آدم خراٹے بھر رہے تھے اور حوّا ان کی پسلیاں گن رہی تھیں۔

اور سوچ رہی تھیں کہ.....اب نہ آدم بہکیں گے اور نہ میں!!

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

لکڑ بگّھا

پہلے جنگل گاؤں سے دور تھا۔ مگر کب جنگل نے گاؤں کو دبوچ لیا کسی کو پتہ بھی نہ چلا اور دیکھتے ہی دیکھتے جنگل کا قانون گاؤں پر نافذ کر دیا گیا۔ درندے گاؤں والوں کی ٹینڈینسی طے کرنے لگے۔

ایک دِن کی بات ہے۔ بکریاں ندی میں نہا رہی تھیں کہ تبھی ایک لکڑ بگھا جیپ کار میں بیٹھ کر آیا۔ دہشت کی دھول اڑاتا، خوف سے چھکے چھڑاتا، وہ آیا اور رادھا نام کی بکری کو جیپ کار میں بٹھا کر لے گیا۔ نہانے والی بکریوں کو چیخنے تک کا ہوش نہ رہا۔ جب جیپ کار دور چلی گئی تب کہیں انہوں نے چیخنا شروع کیا۔ مگر اب کیا ہو سکتا تھا۔ وہی ہوتا جو لکڑ بھگا چاہتا.....

☆

رادھا کا ایک شوہر بھی تھا۔ جب اسے پتہ چلا تو وہ روتا بلکھتا تھانے پہنچا اسے تعجب ہوا جب اس نے دیکھا تھانے میں وہی لکڑ بگھا براجمان تھا۔ لکڑ بگھا نے دیکھا کہ رادھا کا شوہر گرتا پڑتا چلا آرہا ہے تو اک زہر خند اس کے لبوں پر آئی۔ تب تک شوہر اسکے قدموں میں گر چکا تھا اور ہاتھ پاؤں جوڑنے لگا تھا۔ لکڑ بگھا ذرا پسیجا، اور اسے بند اندھیری کوٹھری میں لے گیا۔ کانے کونے میں رادھا اکڑوں بیٹھی تھی۔ ننگ دھڑنگ، اتنی زیادہ ننگ دھڑنگ کہ شوہر ساکت سا رہ گیا کہ کیا رادھا کو اتنی حد تک بھی ننگا کیا جا سکتا ہے؟"

"مائی باپ! اسے میرے حوالے کر دیجئے۔ یہ میری بیوی ہے۔ اس کے بچوں سے میری نسل چلنی ہے۔" رادھا کا شوہر ممیایا۔

"نسل! بکری کی نسل! تھوا سے تو میں کھاؤں گا، بیکڈ کر کے ٹوماٹو سوز کے ساتھ۔" لکڑ بگھا ہنسا اور

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

ہنستا ہی چلا گیا۔

''نہیں مائی باپ رحم رحم'' رادھا کا شوہر گھگھیایا۔

''مگر اس کا تو اک ہاتھ نہیں ہے۔ دیکھو داہنا ہاتھ، وہ میں نے کھالیا، دیکھو یہ تو اب معذور ہے۔''

.....اور شوہر نے دیکھا کہ سچ مچ ایک ہاتھ غائب ہے۔ وہ دھک سے رہ گیا۔

''نسل انسل تو ہم لوگوں کی چلتی ہے۔'' لکڑ بگھا ہنسا۔ ''تمہاری رادھا تو ٹیبل برڈ ہے کھانے کی چیز۔'' بولو۔

لکڑ بگھا کے منہ میں خون بھرا تھا۔ رادھا رونے کی آگے کی حالت میں تھی۔ پھر بھی شوہر کو غصہ نہ آیا۔ نہ لکڑ بگھے پر نہ اپنے آپ پر، آتا تو بھلا کیا کرتا..... وہی کرتا جو لکڑ بگھا چاہتا اس نے سوچا اندر کا ہر ظلم معاف ہے، الٹے اہلیہ پر ستم ٹوٹیں گے اور اسے شراپ دیا جائے گا اور وہ پتھر کی بن جائے گی۔ بے جان پتھر کی شیلا! ''سرکار!'' وہ بلبلایا۔

.....تب لکڑ بگھا کوٹھری میں گیا اور رادھا کا دوسرا سلامت ہاتھ دیکھتے ہی دیکھتے چبا گیا۔

''دیا کیجئے، رحم کیجئے سرکار!'' شوہر گھگھیایا۔ ''میری بیوی مجھے لوٹا دیجئے، میں دعائیں دوں گا۔ میں بھول جاؤں گا کہ آپ نے اسے یہاں لایا اور وہ رو رہی ہے۔ میں بھول جاؤں گا کہ اس کے دو ہاتھ نہیں ہیں، میں سب کچھ بھول جاؤں گا۔ بھولنا میرے لئے کبھی مشکل نہیں رہا سرکار۔ میں ساری تاریخ سارا جغرافیہ بھول جاؤں گا۔''

''مگر اب تو یہ ناکارہ ہوگئی، نہ تجھے روٹی پکا کر کھلا سکتی ہے اور نہ تیرے بچے کو سلا سکتی ہے۔'' وہ ہنسا اور ہنستا ہی گیا۔

پھر وہ رادھا پر جھپٹا اسے بغل سے پکڑا اور اس کی ٹانگ پر اپنے نکیلے دانت گڑا دیئے اور دوسری ٹانگ کو بغل میں لے کر چیر ڈالا۔

رادھا کا شوہر کھڑے سے تھرا گیا اور اسے لگا کہ ساری دنیا گھوم رہی ہے مگر وہ نہیں گھوم رہا!

☆

بڑے اطمینان سے لکڑ بگھا کھاتا رہا۔ رادھا کو بیکڈ کر کے، ٹوماٹو سوز کے ساتھ.....

''کبھی اس طرح بھی سوچا تھا تم نے اپنی بیوی کا استعمال۔''

رادھا کا شوہر بلبلایا، ذبح ہوتے بکرے کی طرح۔ اس کے کنٹھ میں درد کا ہارمونیم بجا۔ وہ جانتا تھا کہ اس سرکار سے بڑی کوئی سرکار نہیں۔

''..... ہاں مائی باپ مجھے دے دیجئے ایسے ہی میری بیوی۔ میں اسے کندھوں پر بٹھالوں گا اور

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

یہاں وہاں گھومتا پھروں گا۔ کہ لوگ دیکھیں کہ اس طرح کی بھی بیوی ہوتی ہے کہ لوگ دیکھیں اس طرح کی بھی معذوریت جدنا پتی ہے، کہ لوگ دیکھیں اس طرح بھی بے شرم زندگی زندہ درگور ہوتی ہے، کہ لوگ دیکھیں.....''

''لوگ کیا دیکھیں، دیکھوں گا میں اور دیکھو گے تم۔'' لکڑ بگھا چیخا۔ ''تم احسان مانو میرا کہ میں تمہیں روزی روٹی کا ایک ذریعہ دے رہا ہوں، تم اپنی بیوی کی نمائش کرتا اور لوگ تمہیں پیسے دیں گے۔''

''سرکار.....'' وہ چلایا۔

''.....اور سنو کان کھول کر اور جس چیز سے بھی تم سن سکتے ہو اسے بھی کھول دو۔ اب میں تمہاری بیوی کے ساتھ سمبھوگ کروں گا اور تم گواہ رہنا کہ یہ ہوش میں تھی اور سب کچھ اس کی مرضی سے ہو رہا ہے۔ اور تم گواہ رہنا کہ یہ سب تمہاری مرضی سے بھی ہو رہا ہے، اور تم گواہ رہنا کہ میں تو ایک نیک چلن لکڑ بگھا ہوں۔'' رادھا کا شوہر لرزا، لرزتا گیا۔ جیسے لقوہ مار گیا ہو۔ لکڑ بگھا رادھا پر جھکا.....

☆

لکڑ بگھا رادھا پر جھکا

رادھا کے شوہر نے ٹیبل پر پڑی پیپر ویٹ اٹھائی۔ لکڑ بگھے کے سر پر پیپر ویٹ مارنے ہی چلا تھا کہ جیسے ہاتھ شل ہو گئے۔ پھر کوشش کی۔۔۔۔۔ پھر کوشش کی۔۔۔

□

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

غلط پتہ

میں نے نوکری چھوڑ کر اطمینان کی سانس لی۔ سوچا رائٹر پیدا ہوا ہوں اور رائٹر ہی مروں گا۔ میں رات دِن لکھتا رہوں یہی میرا خواب ہے۔

ہم نے انگنت کمرے تبدیل کئے تھے اس دفعہ جب تبدیلی کی بات چلی تو میں نے سوچا۔ کیوں نہ ہوا ونر شپ کا ایک فلیٹ خرید لیں۔ دراصل میں بند باتھ روم میں برہنہ نہانا چاہتا تھا۔ باتھ روم کا دروازہ ذرا سا کلکلا کر کے باتھ روم سے ہی بیوی کو پکارنا چاہتا تھا۔

''بیگم! ذرا تاول تو دینا۔''

اور جب بیوی آتی تو اسے اندر کھینچ کر شاور تلے بھگو دینا چاہتا تھا اس لئے میں اونر شپ کا فلیٹ خریدنا چاہتا تھا۔ ورنہ مجھے گیارہ ماہ کے معاہدے پر بہ آسانی کمرہ دستیاب تھا۔ بیوی کہتی کب تک کرائے کے گھر میں رہیں گے؟ لیکن دراصل میں فلیٹ کا دروازہ بند کر کے اپنے آپ کو کچھ دیر کے لئے ہی سہی دنیا سے کاٹ کر دیکھنا چاہتا تھا۔ میں نہیں سننا چاہتا تھا، پڑوس کے چاچا کی کالی کھانسی اور نہیں چاہتا تھا کہ راہ میں پھینکا ہوا بلغم میرے پاؤں سے چمٹ جائے۔ دردزہ سے چیختی ہوئی پڑوسن کے لئے ٹیکسی لانے اور اسے میٹرنیٹی ہوم میں داخل کرنے کی تاب مجھ میں نہیں تھی!

بیوی تیار ہوگئی۔ کچھ دنوں تک ہم دونوں پیسوں کے انتظام میں مصروف ہوگئے۔ قسطوں میں پیسوں کا انتظام ہوا۔ بینک سے لون لے لیا، بیوی کے زیور گہن رکھ دیئے۔ ایل آئی سی کے دفتر کے چکر کاٹے.....

فارم پر دستخط کرتے ہوئے بلڈر نے ذرا مسکرا کر پوچھا۔ ''صاحب! ایک بات پوچھوں کیا؟''

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

''ایک نہیں دو پوچھو۔''

''یعنی آپ گھر ہی میں رہتے ہیں۔''

''ہاں! گھر رہنے کے لئے ہی تو خرید رہا ہوں۔''

''نہیں میرا مطلب، کہیں باہر جا کر نوکری نہیں کرتے؟''

''نہیں.....''

''یعنی آپ کی بیگم صاحبہ سب کچھ دیکھتی ہیں۔'' اس نے پوچھا۔

چند ثانیوں بعد میں اس کی بات کا مطلب سمجھ سکا۔ میں نے بلڈر کو ذرا گھما پھرا کر سمجھایا۔ ''وہ کیا ہے بلڈر صاحب کہ میری بیگم پڑھی لکھی ہیں۔ بڑی افسر ہیں، انہیں یہ پسند نہیں کہ ان کے ہوتے ہوئے میں بھی کام کروں اس لئے میں گھر ہی میں رہتا ہوں اور گھر کا کام کرتا ہوں۔ گھر میں بھی تو بہت سارا کام ہوتا ہے نا؟ جیسے کھانا پکانا، دھونا دھانا، جھاڑو لگانا، کاکروچ اور کھٹمل مارنا، جالے صاف کرنا وغیرہ۔''

''واہ! اچھا ہے.....واہ'' وہ ہنسنے لگا اور آنکھ دبا کر نکل گیا۔ بلڈر سوچتا ہوگا کہ اس نے مجھے بے وقوف بنایا ہے، مگر میں نے کب اسے بے وقوف بنا دیا اس کا اسے پتہ بھی نہ چلا۔

☆

بلڈنگ کی سوسائٹی قائم ہوئی، میٹنگیں شروع ہوئیں، بیگم نے عاجز آ کر کہا.....

''دیکھئے! آپ کوئی اعزازی نوکری ہی کر لیجئے۔''

''اب کیا ہوا؟''

''آپ مضامین لکھتے ہیں اخبار میں.....وہ بھی پین نیم سے لکھتے ہیں، اپنا نام صحیح نہیں لکھتے اس لئے لوگوں کو یقین ہی نہیں ہوتا کہ آپ کے مضامین اخبارات میں چھپتے ہیں اور آپ ان سے پیسہ کماتے ہیں۔''

''ان کے یقین نہ کرنے سے کیا ہوتا ہے تم تو جانتی ہو نا!''

''میرے جاننے سے کیا ہوتا ہے۔ پرسوں پڑوسن کہہ رہی تھی یہاں تمام فلیٹ بیویوں کے نام پر ہیں، آپ کا فلیٹ آپ کے نام پر نہیں ہوگا۔ میں نے پوچھا۔ ''کیوں؟''

تو کہنے لگی آپ کے شوہر دن بھر گھر میں رہتے ہیں۔''

''اور کیا کہہ رہی تھی پڑوسن۔'' میں اب مزا لینے لگا تھا۔

''کہہ رہی تھی آپ کے شوہر دن بھر گھر میں رہتے ہیں کیوں نہ انہیں سوسائٹی کا سکریٹری بنا

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

دیں۔"

"تو کہہ دینا چاہئے تھا کہ وہ سکریٹری کا کام کیسے کریں گے، وہ تو انگوٹھا چھاپ ہیں انہیں گھر کا کام کرنا پڑتا ہے، دوپہر میں برتن دھونا ہے، فرش صاف کرنا ہے، کپڑے دھونا ہے، رات میں پھر ....."

.....لیکن میری بات مکمل بھی نہ ہوئی تھی کہ بیوی پاؤں پٹکتی چلی گئی۔

☆

.....اتوار

میں مزے سے بستر پر اوڑا چوڑا سویا تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ بیوی باتھ روم میں نہاتے ہوئے گنگنا رہی تھی .....وہ آج بڑی دیر تک نہائے گی۔ میں جانتا تھا اس لئے میں نے دروازہ کھولا تو سامنے کچرا اٹھانے والا آدمی کھڑا تھا۔ کچرے کی ٹوکری بیوی باہر رکھنا بھول گئی تھی۔ اس لئے اس نے دستک دی۔ کچرے والے آدمی نے لمبی بنیان پہن رکھی تھی اور پھولدار چڈی..... میں نے کچرے کی ٹوکری اٹھا کر اسے دے دی۔ اس نے بنیان کی جیب میں ڈال کر بیڑی بنڈل نکالا اور ایک بیڑی مجھے دی۔ دوسری اپنے منہ میں لگائی۔ وہ سمجھا میں نوکر ہوں، کیونکہ میرا حال اس سے الگ نہیں تھا۔ چڈی بنیان پہنے میں بھی کھڑا تھا۔ لیکن جلد ہی میرے تیور بھانپ کر وہ سمجھ گیا کہ میں صاحب ہوں! ایک عدد بیوی اور فلیٹ کا مالک.....

"آپ کو میں نے کبھی دیکھا نہیں....." وہ بولا۔

"دیکھو گے کیسا! میں تو گھر کے اندر رہتا ہوں، کہیں باہر آتا جاتا نہیں۔"

میں نے اس کی ٹیر لینی شروع کی، اس نے بیڑی جلائی، پھر میں نے جلالی۔ ایک کش لیا تھا کہ کھانسی آ گئی۔ ہونٹوں پر کسیلا ذائقہ پھیل گیا۔ بیڑی میں نے پھینک دی۔

"دوسری لو! آج کل الہاس نگر کا مال آ رہا ہے۔"

میں نے بیڑی لینے سے انکار کیا تو وہ بولا۔ "آپ بیکار ہیں؟"

میں نے کہا۔ "ہاں!"

"بہت برا"

"کیا؟"

"یہی! آج ممبئی میں رہ کر آپ بیکار ہیں، بھیا لوگ دور دور سے کما کے لے جاتے ہیں اور آپ مہاراشٹر کے آپلے مانس گھر میں بیٹھے ہیں۔"

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

''میں چنا اور بھیل نہیں بیچ سکتا۔''

میں نے کہا۔ ''لیکن گھر کا سب کام کر سکتا ہوں۔''

''یعنی آپ رامیا کا کام کر سکتے ہیں!''

''ہاں! کیوں نہیں؟''

''لیکن..... یہ اچھا نہیں۔'' وہ بولا۔

''کیا؟''

''یہی کہ اگر آپ پڑھے لکھے ہوتے تو کیوں باہر کے لوگ ہمارے افسر بنتے۔''

''اب کیا ہو سکتا ہے؟'' میں نے افسوس ظاہر کیا۔

''لیکن یہ اچھا نہیں۔'' وہ بولا۔

''کیا؟''

''کہ گھر کی عورت کام پر جائے اور مرد جیسا مرد گھر میں بیٹھا رہے، مرد کو شوبھا نہیں دیتا یہ .....'' اس نے مونچھوں کو اینٹھ کر کہا۔ میں لمحہ بھر کے لئے شرمندہ ہوا کہ میری مونچھیں نہیں تھیں ورنہ میں بھی اینٹھتا۔ لیکن میں نے اپنے دل کو..... سمجھایا کہ کیا فرق پڑتا ہے، کسی کی مونچھیں باہر تو کسی کی اندر..... میں نے اندر ہی اندر اپنی مونچھیں اینٹھیں!

''کیا کریں گے؟'' میں بولا۔ ''مجبوری ہے، مجھے نوکری نہیں ملتی۔ تم دیکھو نا میرے لئے کوئی کام! شاید تمہاری پہچان سے کوئی چانس لگ جائے۔''

''دیکھتا ہوں، آگے والی کالونی میں ایک بائی پوچھ رہی تھی۔ اسے ایک آدمی چاہئے بچے سنبھالنے کے لئے۔''

''بچے سنبھالنے کے لئے''

''ہاں!''

''پھر کیا ہے تم بات کرو.....''

☆

رات میں بیوی کو میں نے دن بھر کی کہانی سُنائی کہ کیسے کچرے والے نے مجھے کام کرنے کے لیے کہا اور بتایا کہ آگے والی کالونی میں بچّے سنبھالنے کے لیے ایک آدمی کی ضرورت ہے۔ بیوی بہت ہنسی، پوچھا ''پھر تُم نے کیا کہا؟''

میں نے اُس سے کہا کہ میں سنبھالوں گا میں بچّے، تُم میرے لیے بات تو کرو

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

بیوی پھر بہت ہنسی ''دراصل لوگ یہ ہضم نہیں کر پا رہے ہیں کہ تُم دِن بھر گھر میں رہتے ہو اور لکھ کر کماتے ہو''

اب میں بہت ہنسا

بیوی نے پھر کچھ نہیں کہا

اور میں نے بھی اپنی خُو نہیں بدلی اور بلّی کی صورت لوگوں کی سوچوں اور باتوں کی برسات میں بھیگتا رہا، بھیگی بلّی کی طرح۔۔۔۔اور دُنیا مجھے دیکھ کر موسم کا پتہ لگاتی رہی۔۔۔

غلط پتہ!!

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

میں خیال ہوں کسی اور کا

"تمہارا ہی نام کریم الدین ہے؟"

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

بھی ہے!"

"کیا مطلب؟" پرچھائیں نے حیرت کا اظہار کیا۔

"میری ایک کہانی ہے۔" کریم الدین نے کہا۔

"تمہاری کہانی میں مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ لیکن ذرا سا وقت بچا ہے اس لئے کہانی سنا سکتے ہو۔"

کریم الدین نے اپنی کہانی شروع کی۔ "میرے چاروں طرف دنیا کا میلہ لگا تھا، لیکن میں میلے میں اکیلا تھا۔ کئی بدلنے والے موسم تھے، کئی موسم میرے اندر تھے، کئی موسم میرے باہر تھے۔ رنگ برنگے پھول تھے، تاروں سے بھرا روشن آسمان تھا، ایک سے بڑھ کر ایک خوبصورت عورتیں تھیں، شاندار کپڑے، لذیذ پکوان، چوڑی سڑکیں، بلند عمارتیں، جگمگ کرتی روشنیاں اور سب سے بڑھ کر جو چیز تھی، وہ تھی آدمی کے لطف اندوز ہونے کی استطاعت، لیکن میرے لئے یہ سب فضول تھے۔ کیونکہ سکھ ذرا سے فاصلے پر تھا جیسا کہ ہوتا ہے اور اس فاصلے کو طے کرنے میں پوری زندگی گزر جاتی ہے۔" دیوار کی پرچھائیں نے کوئی تاثر نہیں دیا۔ کریم الدین نے کہانی جاری رکھی۔

"آدمی گلے گلے دکھ میں ڈوبا ہوا تھا۔ سکھ ڈھلتی دھوپ تھا تو دکھ آتی چھاؤں! ایک مکان ایسا تھا جسے میں بڑی حسرت سے تکا کرتا تھا، گھاس پر ٹہلنے کے لئے اس مکان کے لوگوں کو دور نہیں جانا پڑتا تھا لیکن وہاں رہنے والا ۵۶ رسالہ بوڑھا دمے کا مریض تھا اور ٹیرس گارڈن سے دکھی تھا، کیونکہ وہاں کی نمی اسکی بیماری میں اضافہ کر رہی تھی۔ اس لئے اس کی بیوی گھر کی کھڑکیاں تک بند رکھتی تھی۔ میں سوچتا، کاش یہ مکان میرا ہوتا۔ میں جہاں رہتا تھا وہاں سے ذرا فاصلے پر ایک ٹیچر کا گھر تھا۔ ٹیچر کی بیوی خوبصورت اور سلیقہ شعار تھی۔ پیار کرنے والی تھی، اٹھ بولو تو آدمی اٹھے اور بیٹھ بولے تو بیٹھے..... ایسی بیوی کے ساتھ آدمی آرام سے اپنی زندگی گزار سکتا ہے لیکن وہ ٹیچر بے حد شکی مزاج تھا۔ گھر سے باہر نکلتا تو گھر میں تالا مار کر جاتا..... روز شام بیوی اور ٹیچر میں تو تو میں میں ہوتی، بیوی کا اس گھر میں رہنا دوبھر ہو گیا اور وہ گھر چھوڑ کر چلی گئی۔ میرے ایک دوست کو وراثت میں پیانو ملا، پیانو بجانے کے لئے ہوتا ہے مگر وہ اسے بیچنے کی فکر میں دبلا ہوتا رہا۔ اتنا ہی نہیں میں نے ایسے لوگ بھی دیکھے جو دن بھر ڈٹ کر محنت کرتے تھے، مالک کے جوتے کھاتے اور ہضم کر جاتے۔ لیکن انہیں پیٹ بھر روٹی بمشکل دستیاب تھی۔ دوسری طرف میں نے دیکھا، کھانے کو سب کچھ تھا لیکن بھوک نہیں لگتی تھی۔ میں دنیا کو ٹٹول رہا تھا اور میں نے پایا کہ مجھ میں سکھ

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

پانے کی شدید خواہش ہے اور سکھ مجھ سے زیادہ دور بھی نہیں تھا۔لیکن مشکل یہ تھی کہ مجھے سکھ پہنچانے والی تمام چیزوں پر دوسرے لوگوں نے قبضہ کر رکھا تھا۔ جو چہرہ میں اپنے لئے پسند کرتا اسے کوئی اور ہتھیا لیتا، جو پیکر میں تلاش بسیار کے بعد حاصل کرتا کوئی اسے اپنا لیتا، وہ عورت جسے میری بیوی ہونا چاہئے تھا ایک بیمہ ایجنٹ کے لئے سات پھیرے لے چکی تھی اور بیمہ ایجنٹ اس کے حسن کی قدر کئے بغیر ہر شام صبح لوگوں کے گھر جا کر انہیں مستقبل کے خطروں سے متعلق سمجھایا کرتا اور بے عزت کر کے گھر سے نکالا جاتا۔ پیانو کا سنگیت میری کمزور تھی۔ میں یہ سنگیت سن کر سارے دکھ بھول جاتا تھا لیکن میں پیانو خرید نہیں سکتا تھا۔ سنگیت کی جگہ میں پڑوسیوں کی کرکش آوازیں سننے پر مجبور تھا۔ پھول، پودے نرم گھاس اور شبنم مجھے اچھے لگتے تھے لیکن میں جہاں رہتا تھا وہاں ایک بھی پودا اگایا نہیں جا سکتا تھا۔''

اتنا کہہ کر کریم الدین خاموش ہو گیا، پرچھائیں نے سوچا شاید اس کی کہانی ختم ہو گئی اس لئے کہا۔ ''بے شک تمہارے حالات برے تھے مگر اپنی عقل اور صلاحیت کے بل بوتے پر تم حالات کو تبدیل کر سکتے تھے، اگر تم ایسا نہیں کر سکے تو اب ماضی کو دوہرانے کی بجائے خوشی خوشی تمہیں میرے ساتھ چل دینا چاہئے.....''

''لیکن ابھی میری کہانی ختم نہیں ہوئی۔'' کریم الدین نے کہا۔

''ٹھیک ہے پوری کر لو اپنی کہانی، کچھ لمحے باقی بچے ہیں، لیکن سمجھ لو کسی کو مہلت نہیں دی جاتی، جتنی زندگی ہوتی ہے اتنی ہی کہانی بھی ہوتی ہے، نہ کم نہ زیادہ!''

کریم الدین نے پھر کہانی کا سرا پکڑا۔ ''آپ نے کہا کہ آدمی محنت اور عقل سے زندگی کو بدل سکتا ہے لیکن حالات نے میری شخصیت کو شروع ہی سے دو حصوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ میرے اندر سکھ چاہنے والا ایک خوبرو شخص تھا لیکن میرا جسم کمزور اور بدصورت تھا۔ ذرا سی محنت مجھے تھکا دیتی تھی۔ ذرا سی ناکامی مجھے مایوس کر دیتی تھی۔

میں اس عمر میں پسند ناپسند کے بارے میں سوچے بغیر شادی شدہ تھا اور دو بچوں کا باپ تھا۔ چھوٹی موٹی بور نوکری کرتا تھا اور زندگی میں اتنا کوڑا کرکٹ جمع ہو گیا تھا کہ اگر صاف کرنے بیٹھتا تو پوری زندگی خرچ ہو جاتی۔ میں صرف اپنے پسندیدہ خواب دیکھ سکتا تھا۔ صرف یہی کام میں بخوبی کر سکتا تھا اس لئے میں سمجھ گیا کہ زندگی کے دکھ بھرے مکروہ چہرے کو اپنے خوابوں سے خوبصورت بنانا چاہئے۔ خواب چاہے کتنے بھی معمولی کیوں نہ ہوں؟ خود سے فرار ہوئے بغیر حاصل نہیں کئے جا سکتے..... خود سے فرار کا مطلب سمجھتے ہیں آپ؟'' کریم الدین نے اپنی کہانی

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

روک کر پرچھائیں سے سوال کیا۔

پرچھائیں خاموش تھی۔

''خود سے فرار ہونے کا مطلب ہے زندگی کو منسوخ کر کے کہیں چل دینا، ملتوی نہیں، منسوخ! جی ہاں! جیسے کسی بدبودار مقام سے سانس روک کر لوگ گزر جاتے ہیں۔ میری مشکل یہ تھی کہ برسوں تک مجھے زندگی کو منسوخ کر دینا پڑا۔

میں نے مشق کی اور خود سے فرار ہونے لگا۔ شروع میں کچھ لمحے، پھر کچھ گھنٹے، پھر دن اور میں اس لائق ہو گیا کہ مہینوں اپنے جسم سے باہر رہ سکتا تھا۔ اب جینا میرے لئے آسان تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ کیا کرنا ہے اور کیسے کرنا ہے؟ دراصل مجھے ہر اس چیز سے نفرت ہو گئی جو کریم الدین کے ساتھ چپکی ہوئی تھی۔ میں نے طے کیا کہ میں کریم الدین کی زندگی میں اس وقت لوٹوں گا جب اس کے حالات بہتر ہو جائیں گے۔

پھر سوال یہ اٹھا کہ تب تک کریم الدین کی زندگی کا کیا کیا جائے؟ یہ ایک مسئلہ تھا لیکن جلد ہی میں نے اس مسئلہ کا حل تلاش کر لیا۔ میں نے لوہے کا ایک صندوق خریدا اور ایک رات جب مجھے خود سے فرار ہونا تھا میں نے اپنی باقی ماندہ سانسیں اور اپنی زندگی کو سمیٹ کر صندوق میں بند کر دیا اور اس رات کے بعد سے میں نے کریم الدین کی زندگی کو استعمال نہیں کیا اور اس آدمی کی زندگی جیتا رہا جو مجھے پسند تھی۔

''کیا زندگی سے فرار اسے کہتے ہیں؟'' پرچھائیں نے پوچھا۔

''میں سچ کہتا ہوں'' کریم الدین نے کہا۔ ''اگر چاہو تو دیکھ لو، کریم الدین کی زندگی اس صندوق میں جوں کی توں رکھی ہے۔''

''چلو دیکھتے ہیں۔'' پرچھائیں مسکرائی۔ کریم الدین مطمئن تھا۔ لیکن جیسے ہی اس نے صندوق کھولا۔ وہ یکدم خالی تھا۔

''ارے! میری زندگی کہاں گئی۔'' وہ ہکا بکا رہ گیا۔ پرچھائیں نے کہا۔ ''تمہاری زندگی کو کوئی اور جیتا رہا اور اب وہ خرچ ہو چکی۔''

□

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

جسم نگر

ایش ٹرے

چھت کا پنکھا آہستہ آہستہ گھوم رہا تھا۔ چھوٹا سا چوبی کیبن صاف ستھرا بستر اا ور دیوار پر ایک کیلنڈر.....

کیلنڈر میں ایک بچہ Teething ring چوستا ہوا، سامنے ایش ٹرے تھا اور میں اپنی سگریٹ بجھانا ہی چاہتا تھا کہ بغل والے Passage میں کوئی بچہ رویا۔ میری نظر کیلنڈر پر گئی۔

وہ لڑکی میرے جانب پیٹھ کئے، دونوں ہاتھ پیچھے کی طرف گھمائے۔ بریسیئر کھول رہی تھی۔

بچہ پھر رویا۔ میری نظر کیلنڈر پر گئی۔

اب وہ لڑکی میرے سامنے بستر پر پھیل کر لیٹ چکی تھی اور بڑی بڑی آنکھوں سے کہہ رہی تھی۔

''آؤ! آپ سگریٹ بجھالو۔''

بچہ رویا تو لڑکی کے چہرے پر ایک رنگ آیا، ایک گیا۔ ایک کسمساہٹ اور پھر نارمل!

''بچہ رو رہا ہے۔'' میں نے کیلنڈر کی طرف دیکھ کر کہا۔

''نہیں تو وہ Teething ring چوس رہا ہے۔''

''نہیں رو رہا ہے۔'' میں نے پھر کہا۔

''نہیں وہ تو مزے میں کھیل رہا ہے۔''

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

''بنومت، کیا وہ تمہارا بچہ نہیں؟'' میں نے اسے دھمکایا۔ ''نہ ہی میں کوئی خواب دیکھتا ہوں اور نہ ہی وہ بچہ تمہاری کوکھ میں روتا ہے۔ جاؤ اسے دودھ پلا کر آؤ۔'' میں نے تحکمانہ انداز میں کہا۔

لڑکی مجھے گھورنے لگی، پھر وہ اٹھی۔ بچہ رو رہا تھا۔ وہ اٹھی، تولیہ شانوں پر ڈالا اور پیٹی کوٹ کی جھالر لہراتی کیبن سے باہر چلی گئی۔

جب بچہ دودھ پینے لگا تو اس کی چسر چسر سارے کیبن میں بھر گئی۔

ایک ننھا ہاتھ، چھاتیوں کا طواف کرتا رہا۔ میں ایک تلذذ اپنے اندر بھرتا گیا۔ مجھے یاد آیا۔ وہ بچہ جو کیلنڈر میں ہے۔ کیا وہ بچہ Teething ring چوس رہا ہے۔ وہ بچہ جو میرے اندر لٹکے کیلنڈر میں ہے کیا وہ بھی Teething ring چوس رہا ہے؟

مجھے لگا جیسے میرے اندر والے بچے کو دودھ مل گیا ہو، میں اپنی محرومی اسے کیوں دوں؟

.....اور کیا ضروری ہے کہ میں اپنا سگریٹ ایش ٹرے میں ہی بجھاؤں!

اندھیرا آخری گاہک

رات بھیگ رہی تھی

جس پان کی دکان پہ میں نے سگریٹ خریدی تھی وہاں ایف ایم پر گیت بج رہا تھا ''آسماں پہ ہے خدا اور زمیں پہ ہم''۔۔۔۔۔۔

میں چرنی روڈ پر آہستہ آہستہ چلا جا رہا تھا۔ آج گاڑیاں کم تھیں۔ میں نے گھڑی پر نظر ڈالی، رات کے گیارہ بج رہے تھے۔

میں چلا جا رہا تھا اپنی ہی دھن میں کہ میں نے دیکھا کوئی میرے پیچھے چھپا چھپ چلا آ رہا ہے۔ پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہ ایک لڑکی تھی۔۔۔۔ ڈارک لپ اسٹک لگائے مجھ سے مخاطب تھی۔

''بھائی صاحب۔۔۔۔ ذرا سنئے''۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

میں رُک گیا، وہ میرے قریب آئی اور بولی۔ ''میں ذرا آپ کے ساتھ ساتھ چلوں''۔

میں مخمصے میں پڑ گیا۔ لڑکی کے سر پر گھونگھٹ تھا۔ میرے کچھ کہنے سے پہلے ہی وہ میرے برابر میں ایسے چلنے لگی جیسے ہم میاں بیوی ہوں۔

ہم دونوں بس اسٹاپ پر آ کر کھڑے ہو گئے۔ تبھی میں نے دیکھا سات آٹھ نوجوان لڑکوں کی ٹولی چیخ پکار کرتی اوپیرا ہاؤس سے آ رہی تھی۔ وہ زور زور سے باتیں کر رہے تھے۔ سڑک پر دھینگا مستی کر رہے تھے۔ جیسے ہی اُن کی ٹولی قریب آئی وہ مجھ سے اور بھی قریب ہو گئی۔ اب میں اُس کی سانسوں کی گرمی محسوس کرنے لگا۔ مجھے لگا اُس نے اپنا گھونگھٹ مزید آگے کی طرف کھینچ لیا ہے۔ نوجوان لڑکوں کی ٹولی کو دیکھ کر میں بھی ذرا گھبرا گیا تھا۔ کیونکہ سڑک سُنسان تھی۔ وہ تمام ٹپوری لڑکے تھے۔ آہستہ آہستہ آگے جا کر نکڑ سے داہنی طرف مُڑ گئے۔ پھر اُن کا شور شرابہ بھی ڈوب گیا۔

لڑکی نے گھونگھٹ ہٹایا، نیچے جھکی اور میرے پاؤں چھونے لگی۔ میں اُس سے کچھ پوچھتا اس سے پہلے ہی اس کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ وہ بھیگی آواز میں بولی۔ ''آپ دیومانوس ہیں، آپ کا بڑا کرم ہوا، میں دھندے والی بائی ہوں، اسی علاقے میں دھندا کرتی ہوں، بس اسٹاپ کے پیچھے، ریلوے لائن کے کنارے، پُل کے نیچے اندھیرے میں کھڑی رہتی ہوں، گاہک ڈھونڈتی ہوں۔ ساتھ میں بیٹ لگا ہے بھائی اس لیے یہ کام کرنا پڑتا ہے''۔ چند لمحوں بعد کہنے لگی ''گئے وہ بدمعاش کمینے۔ ان کے گھروں میں ماں بہنیں نہیں ہوں گی۔ اُن کی بہنوں پر ایسا وقت آئے تو۔۔۔۔۔؟'' لڑکی اُن لڑکوں کی ٹولی کو گالیاں دینے لگی۔

''بھائی یہ سب تمھیں دیکھ کر اپنے راستے چلے گئے۔ ورنہ کیا کہوں یہ مجھے چوپاٹی پر لے جاتے جبراً ہوس پوری کرتے۔ راکشش سالے۔ ہم دھندے والی عورتیں، ہم بھی تو انسان ہیں۔ پائی پائی جوڑ کر پیسے جمع کرتے ہیں یہ بدمعاش پیسے بھی لوٹ لیتے ہیں۔ پولیس والے بھی ان کے دوست ہیں۔ کبھی کبھی وہ بھی تاؤ مارتے ہیں۔ پھر ہم جائیں تو جائیں کہاں؟ بھائی آپ

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

دیو مانوس ہیں ۔گاؤں میں میرا ایک بیٹا ہے وہ اس سال میٹرک کا امتحان دے گا پیسوں کی ضرورت ہے۔باپ کی آنکھیں کمزور ہوگئیں۔شوہر شراب پی پی کے مرگیا۔بھائی بھاوج کبھی کسی کے ہوئے ہیں۔مجبوری میں یہ راہ پکڑی۔کل منی آرڈر بھیجنا ہے۔پیسے میرے پرس میں ہیں اگر آپ نہ ہوتے تو یہ شیطان میرے پیسے بھی لوٹ لیتے۔لڑکا میٹرک کیسے کرتا؟

آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔لہجے سے لگتا تھا کہ وہ کولھاپور کے آس پاس کی ہے۔مراٹھی بولتے ہوئے کنڑ زبان کا رنگ جھلکتا تھا۔وہ مشکور نگاہوں سے میری جانب دیکھنے لگی میری بس آگئی میں بس میں سوار ہوا۔سڑک سیدھی تھی۔وہ دیر تک مجھے نظر آتی رہی۔بس اسٹاپ کی ریلنگ سے لگ کر کھڑی تھی اور شاید اندھیرا اُس کا آخری گاہک تھا۔

نام

کوٹھے پر لُنگی باندھے مدراسی گاہک آیا اور اُس نے طوائف سے پوچھا ''تیرا نام کیا ہے''

طوائف جسم فروشی کرتے ہوئے اپنا نام تک بھول چکی تھی اُس نے گاہک کو مذہبی طور پر شناخت کرنے کی کوشش کی۔گاہک مسلمان لگا تو کہہ دیا ''میرا نام اندرا ہے'' گاہک کھل اُٹھا اور اپنا کام کر کے چلا گیا۔

کچھ دیر بعد دوسرا گاہک آیا وہ پینٹ شرٹ میں ملبوس تھا۔اُس کے گلے میں کراس جھول رہا تھا۔اُس نے بھی سب سے پہلے یہی پوچھا ''تیرا نام کیا ہے''۔

''نام میں کیا رکھا ہے'' طوائف نے کہا۔''چل کپڑے اُتار اور اپنا کام کر''۔

آدمی پڑھا لکھا تھا۔''مجھے نام بتا ورنہ میں کچھ نہ کر پاؤں گا''

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

طوائف نے کہا ''میرا نام ہے رضیہ۔۔رضیہ سلطانہ، بس!''

کرشچن گاہک نے مسلمانوں کو گالی دی اور جلد سے جلد کام نمٹا کر چلا گیا۔

یہ سلسلہ چلتا رہا۔

شام کے سائے گہرے ہونے لگے۔

سورج کا سُرخ گولا سمندر میں ڈوب گیا۔

آدھی رات تک ہر گاہک کو اپنا نام بتاتے ہوئے طوائف چڑھ گئی۔ وہ تو کب کا پان مذہب بھی بھول چکی تھی۔ لیکن گاہکوں کی عجیب نفسیات تھی۔ انھوں نے نام پوچھ پوچھ کر پریشان کر دیا تھا۔ کیسی کرشچن کے لیے وہ مسلمان تھی تو کسی ہندو کے لیے کرشچن۔ وہ سوچنے لگی۔ مذہب تو سبھی ایک ہیں اور بھگوان بھی ایک ہے۔ ''ہے نا مٹھو؟'' اُس نے پنجرے کے طوطے کو مرچی کھلائی۔

آدھی رات سے پہلے ایک گاہک آیا۔ وہ پانی کے جہاز سے اُتر کر سیدھے یہاں چلا آیا تھا کیونکہ اُس کے پاؤں ریت میں سنے تھے۔ لیکن یہ کیا۔ اُس نے بھی وہی سوال پوچھ لیا ''بتا تیرا نام کیا ہے؟''

طوائف کی تیوریاں چڑھ گئیں۔ جب گاہک زیادہ ضد کرنے لگا تو طوائف نے کہا ''میرا کوئی نام نہیں ہے، میں بے چہرہ اور بے نام ہوں''۔

''نہیں ایسا نہیں ہوسکتا'' ''میں دُنیا بھر میں گھوما ہوں ہر کسی کا کوئی نہ کوئی نام ہوتا ہے''۔

کچھ لمحوں تک طوائف اُسے گھورتی رہی پھر بولی ''تُو واقعی میرا نام جاننا چاہتا ہے نا تو دیکھ یہ ہے میرا نام''

اور اُس نے اپنی ٹانگیں پھیلا دیں۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

خاص بات

ایک خوبصورت عورت نے روتے ہوئے انسپکٹر کو بتایا ''میری عزّت لوٹ لی گئی ہے''۔

انسپکٹر جو غلطی سے انسپکٹر بنا دیا گیا تھا۔ بڑبڑایا۔ ''کیا تُم جانتی ہو عزّت کیا ہوتی ہے؟'' پھر قدرے بلند آواز میں سوال پوچھنے شروع کیے۔ ''کیا تُم نے شور مچایا تھا؟''۔

کیا تُم نے ہاتھ پاؤں جھٹکے تھے؟ کیا تمھاری چوڑیاں ٹوٹی تھیں؟ کیا تمھارے بال بکھرے تھے؟ کیا تمھیں پتہ تھا کہ جو لوٹی جا رہی ہے وہ تمھاری ہی عزّت ہے؟''

''اس وقت مجھے پتہ نہ تھا'' عورت نے پہلو بدلا۔

''تو پھر کب پتہ چلا؟ جب تُم نیند سے جاگیں؟ جب تمھاری بریشر پھٹی؟ جب تمھارا خون بہا؟ جب تُم گمبھر ہوئیں؟ جب کسی نے دیکھ لیا؟ جب کسی نے کہا یہ ٹھیک نہیں؟

جب تم نے سوچا کہ تم کہیں کی نہیں رہیں؟ جب تمھارے شوہر کو پتہ چلا؟''

''میں نے اپنے شوہر کو چھوڑ رکھا ہے'' عورت نے پہلو بدلا۔

''آپ نے اُسے چھوڑا ہے، اُس نے آپ کو چھوڑا ہے یا نہیں؟ یہ ہے اہم سوال''

''میں اُس سے طلاق لے چکی ہوں''

''مگر اُس نے تُم کو طلاق دی ہے یا نہیں؟ یہ ہے اہم سوال''

''یہ پولیس تھانہ ہی ہے نا؟''

''یعنی تُم شادی شدہ ہو، یعنی عزّت لُٹ جانے سے تمھارا کچھ ہلکا بھاری نہیں ہوا۔ آئی مین'' انسپکٹر نے جملہ ادھورا چھوڑا اور اب تک کہ اکڑ کر کُرسی پر بیٹھا تھا ذرا سا ڈھیلا ہوتا ہوا بولا۔

''واویلا ایسے مچا رہی ہو جیسے غیر شادی شدہ ہو، نپٹ کنواری''

''کیا شادی شدہ کی عزّت نہیں ہوتی؟'' عورت نے پوچھا۔

''ہوتی ہے شادی شدہ کی عزّت، مگر ویسی نہیں جیسی کسی کنواری لڑکی کی''

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

انسپکٹر جو غلطی سے انسپکٹر بنا دیا گیا تھا بڑبڑایا۔ ''کیا تم جانتی ہو عزّت کیا ہوتی ہے؟''

پھر قدرے بلند آواز سے پوچھا۔ ''تمھارا نام؟''

''مِس ریکھا شرما'' عورت نے کہا۔ انسپکٹر مسکرایا۔

''آپ مسکرائے کیوں؟'' عورت نے پوچھا۔

''میں نے محسوس کیا کہ اتنی دیر سے تم پہلو بدل رہی تھیں، اب پہلو نے تم کو بدل ڈالا ہے''

''آپ کو انسپکٹر کس نے بنایا ہے؟''

''میں غلطی سے انسپکٹر بنا دیا گیا ہوں، خیر تم نے ابھی کہا کہ تم شادی شدہ ہو؟''

''میں نے یہ بھی تو کہا کہ طلاق لے چکی ہوں''

''آئی سی۔۔ یعنی طلاق لینے کے بعد کیا پھر سے مِس ہوا جا سکتا ہے، طلاق لینے سے پہلے مسز شرما طلاق لینے کے بعد مِس شرما''

''کیا مسز سے مِس ہونا بھی میرے ہاتھ میں نہیں ہے؟''

''بالکل ہے۔۔ اتنا ہی تو تمھارے ہاتھ میں ہے، باقی سب ہمارے ہاتھ میں ہے۔ اس لیے جو پوچھا جاتا ہے اس کا جواب دو''۔

وہ بڑبڑایا۔ ''تم شیڈول کاسٹ تو نہیں؟''

''جی۔۔۔؟''

''کچھ نہیں، میں نے اپنے طور پر اطمینان کر لینا چاہا۔۔ واویلا ایسے مچا رہی ہو جیسے شیڈول کاسٹ ہو''

''یہ پولیس اسٹیشن ہی ہے نا؟''

''یہی سوال کبھی کبھی میرے آڑے بھی آتا ہے''

''کیا شیڈول کاسٹ کی عزّت نہیں ہوتی؟''

''ہوتی ہے عزّت شیڈول کاسٹ کی بھی مگر ویسی نہیں ہوتی جیسے کسی اونچی کاسٹ کی''

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

انسپکٹر بڑبڑایا۔ ''ہُنہ ۔۔تو تُم رپورٹ لکھوانا چاہتی ہو؟''

''جی۔۔۔ورنہ کیا میں پاگل ہوگئی جو میں یہاں آتی۔۔۔۔سوسائٹی میں میری عزّت ہے''

''کیا تم جانتی ہو عزّت کیا ہوتی ہے؟''

پھر قدرے بلند آواز میں پوچھا۔ ''کیا تمھیں پتہ تھا جو لوٹی جارہی ہے وہ تمھاری ہی عزّت ہے؟''

''اس وقت مجھے پتہ نہ تھا''

''تو پھر کب پتہ چلا؟''

عورت روہانسی ہوکر بولی۔ ''جب وہ آدمی پیسے دیے بِنا چلا گیا''۔

سڑک پر پریشان لڑکی

لڑکی کو اپنے حسن سے گھائل کرنا نہیں آتا اس لئے وہ پریشان ہے۔لڑکی کو اپنی نظروں کے کٹار چلانے نہیں آتے اس لئے وہ پریشان ہے۔لڑکی کو فریب کا جال بننا نہیں آتا، اس لئے وہ پریشان ہے۔باپ ہارٹ اٹیک سے مرگیا، بھائی مردہ زندگی کے لئے آبِ حیات تلاش کرنے گلف گیا ہے۔اب لڑکی کا کوئی نہیں صرف ایک ماں ہے جو روز من بھر کا پتھر کلیجے پر رکھ کر اسے سڑک پر بھیجتی ہے، جہاں وہ کسی آشرم میں جا کر کچھ لکھا پڑھی کا کام کرتی ہے۔اس نے سڑک کی زندگی بھی دیکھی نہیں کبھی جانی نہیں، سڑک روز اپنی منزل بدلتی رہتی ہے، سڑک کہیں ایک جگہ نہیں لے جاتی، ہمیشہ الگ الگ سمتوں میں لے جانے والی سڑک واپس بھی آتی ہے تو وہاں نہیں جہاں سے چلی تھی.....ایک برقعہ ہے جو لڑکی کے گھر پر اس کے معاشرے پر، پڑا ہے۔اس نے سڑک کی دھوپ کو کبھی بدن پر سہا نہیں ہے، اس نے بیل، بھیڑیے، چیتے، بھالو، لنگور جانے نہیں ہیں۔وہ ایک لڑکی ہے وہ فقط ایک لڑکی ہے اور اس گھناؤنے جنگل میں چھوڑ دی گئی ہے۔جہاں

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

آدم خور وحشیوں کا ڈیرا ہے۔لڑکی کے Behaviour میں اجنبیت ہے۔وہ لومڑی ہے نہ بلی، وہ نہ چھچھوندر ہے نہ گلہری، وہ نہ شیرنی ہے اور نہ کتیا! وہ کچھ نہیں وہ لڑکی ہے وہ محض ایک لڑکی ہے۔

لڑکی سڑک پر چلنے والی اور دوسری لڑکیوں کو دیکھ کر ان کے انداز، ان کی چال ڈھال، ان کے رنگ ڈھنگ سے چلنے لگتی ہے۔مگر ٹوٹلی وہ نوسکھیا ہے۔وہ جیسے پل صراط پر چل رہی ہے، دہکتے انگاروں میں اب گری کہ تب گری!

بھیانک آوازیں لڑکی کا تعاقب کر رہی ہیں۔

چلتے چلتے گلموہر کا پیڑ آتا ہے۔وہاں جانے کہاں سے اندھیروں نے ڈیرا جما رکھا ہے۔ لڑکی کے پہنچتے پہنچتے اندھیرے ایک آکار لینے لگتے ہیں۔ان کے ہاتھ پاؤں ہلنے لگتے ہیں ان کی آنکھیں چمکنے لگتی ہیں۔ان کے جبڑے وا ہونے لگتے ہیں وہ گھنے جنگل میں پھنس گئی ہے اور اس کی ماں من بھر کا پتھر کلیجے پر رکھ کر اس کا انتظار کر رہی ہے۔

لڑکی آخری بار، اپنی پہچان بنانے کی کوشش کرتی ہے، مگر گلموہر تک پہنچتے پہنچتے وہ بے دم ہو جاتی ہے اور جیسے ہی وہ پیڑ کے نیچے پہنچتی ہے اندھیرے اسے صحیح سالم نگل لیتے ہیں۔

لومڑ، لکڑ بگھے، شیر، بھالو اور چیتے سب مل کر گیت گاتے ہیں۔سارا جنگل گونجنے لگتا ہے تب آتا ہے اس پریشان لڑکی کا بھائی، ہری چوڑیاں لے کر، آبِ حیات لے کر، بھائی نے بھرپور داڑھی اگائی ہے۔وہ پہلے کلین شیو تھا مگر اب اس نے داڑھی کو بھرپور اگنے دیا ہے۔

☆

''اٹھ بہنا! دیکھ میں لایا ہوں آبِ حیات۔میں نے کہا تھا نا بھیانک آوازیں تیرا تعاقب کریں گی مگر تو پیچھے مت دیکھنا! ورنہ پتھر کی بن جائے گی۔لیکن تو نے پلٹ کر دیکھ لیا۔پیچھے مڑ کر سبھی دیکھ لیتے ہیں۔وہ آوازیں ہی اتنی ڈراؤنی ہیں۔اٹھ بہنا! دیکھ میں لایا ہوں آبِ حیات!''

لڑکی اک ذرا کسمساتی ہے، بند آنکھیں کھولتی ہے، داڑھی بھرا چہرہ دیکھتی ہے۔

''باپ رے! شیر ببر!''

..... بھائی آبِ حیات چھڑک رہا ہے مگر ''پتھر لڑکی'' نہیں جاگتی۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

ہتھیلیاں اور لکیریں

نصابی کتابوں میں لکھا تھا کہ چاروں طرف چمن زار ہیں مگر میں نے پایا کہ ہر طرف کانکریٹ بوئی جارہی ہے حتیٰ کہ کاٹی بھی جارہی ہے۔ کتابوں میں لکھا تھا کہ سڑک کے دونوں جانب سایہ دار گھنے درخت ہیں مگر چاروں طرف دھوپ تھی اور میں نے اجالوں کی الف لیلیٰ پڑھی تھی، مگر یہاں پتہ چلا کہ روشنی کی اک اک کرن قید کی جاچکی ہے۔

میں نے اپنی ہتھیلیاں دیکھیں جو بالکل صاف تھیں، ایک بھی لکیر نہیں!

ویسے میں لکیر کا فقیر بھی بننا نہیں چاہتا تھا۔

☆

کسی انٹرویو میں پوچھا گیا تھا، گریجویٹ ہو کر تم ہندی بولتے ہو، اور جب میں انگریزی بولنے لگا تو انہوں نے غلطیاں نکالنا شروع کیں، میرا دل ہوا کہہ دوں انگریز کون سی صحیح ہندی بولتے تھے!

جب پچاس روپے کا چیک بھائی صاحب نے کاٹا تھا تو بھابی نے چار الاہنے دیئے تھے۔

میں نے بھائی صاحب سے کہا تھا۔ ''نوکری کی کوئی امید نہیں ہوتی۔''

بھائی صاحب نے کہا تھا۔ ''اپنی طرف سے کوشش کرتے رہو۔''

میری کلاس میں پچھلی بینچ پر بیٹھنے والا ایک لڑکا مجھ سے کتنا آگے نکل گیا جیٹ کی رفتار سے اور میں ابھی تک بیل گاڑی میں سوار ہوں، اگر یہ قسمت والی بات ہے تو میں پوچھتا ہوں، یہ قسمت کون لکھتا ہے؟ میں نے پھر اپنی ہتھیلیاں دیکھیں جو صاف تھیں، ایک بھی لکیر نہیں، میں کرتا بھی کیا؟ میرے ہاتھ میں کیا تھا؟ ان کے ہاتھ میں اقتدار تھا اور اس لڑکی کے ہاتھ میں چوڑیاں تھیں جو ہر شام مجھے یاد دلاتی تھی کہ وہ میرے بچے کی ماں بننے والی ہے اور اگر میں نے شادی نہ

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

کی تو وہ کسی کو بھی منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے گی۔

میرے ہاتھ میں کیا تھا؟ میرے ہاتھ میں تو بانسری بھی نہیں تھی، نوکری تو چھوڑیئے میں نے بارہا لڑکی سے پوچھا تھا کہ اگر میں موہن ہوں تو وہ رادھا کیوں نہیں ہے؟

میں کرتا بھی کیا! میرا نام موہن مگر بانسری نہیں!

میں نے ایک دفعہ پوچھا تھا۔ ''کیا صرف تعلیم کے بل پر روٹی نہیں مل سکتی؟''

ڈائریکٹر صاحب نے چشمہ صاف کیا تھا۔

''تم نے بی اے کرلیا ہے۔''

''ایم اے کرلیا ہے۔'' میں بولا تھا۔

''تم اتنے دنوں میں عقل سے کام لیتے تو تعجب ہی کیا جو کسی منسٹر کی اولاد ہوتے!''

''اگر تمہاری تعلیم کو تم کو روٹی دینا ہوتا تو کیوں امیر چند غریب بنتا اور کیوں غریب داس دن بہ دن امیر ہوتا جاتا، بولو اور کیوں ایم اے پاس لڑکا ان کے گھر کے بچوں کے گو مُوت دھوتا، بولو!''

☆

میں نے اپنی ہتھیلیاں پھیلائیں جن سے لکیریں بھاگ رہ تھیں (کم سے کم بھاگ تو رہی تھیں) اور میں نے انہیں پکڑنے کی کوشش کی مگر کوئی بھی لکیر ہاتھ نہ آئی۔

ہمیشہ کی طرح پھر لیٹر ملا۔ ''از پروی ڈیسزن ٹیکن بائی دی بورڈ آف ڈائریکٹروی آر ان ایبل یوٹو گیو اینی اپائنمنٹ.....'' ایک ایک لفظ از برتھا تحریر وہی صرف دستخط بدل جاتے تھے۔ ادھر ایک خط آتا اور میں تھوڑا اور تھک جاتا۔ ڈگری تھوڑی اور باسی ہوجاتی..... وہ کہتے بیٹھو..... میں کرسی پر بیٹھ جاتا اور پھر شروع ہوتے اوٹ پٹانگ سوال..... کہاں تھا ان سوالوں کا جواب کس Competition Success میں!

''یہاں ہے ان کا جواب'' وہ لڑکی جو شام کو ملا کرتی کہتی، ''موہن! میں تم سے چوتھی بار کہہ رہی ہوں کہ.....''

چاروں طرف دھوپ تھی۔ میں نے اپنی ہتھیلیاں پھیلائیں، لکیریں بھاگ رہی تھیں میں نے انہیں پکڑنے کی بڑی کوشش کی مگر وہ میرے ہاتھ نہ آئیں اور نکل بھاگیں۔

یوں میری ہتھیلی صاف ہوگئی اور میں نے چارو ناچار سوچ لیا۔ ان لکیروں کو مجھ سے بہتر ہاتھ مل گیا ہوگا۔

□

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

غول بیابانی

اندھیرا ہمیں پوری طرح نگل چکا ہے۔ جنگل کی سائیں سائیں قریب محسوس ہو رہی ہے۔ خوف حواس پر چھایا ہوا ہے، لیکن جستجو ہے کہ بلائے جاتی ہے چاروں طرف گھنا جنگل ہے اور اونچے اونچے درخت ہم پر جھکے جا رہے ہیں۔

جب ہم شہر سے نکلے تھے تو دیر تک شہر ہمارا تعاقب کرتا رہا تھا۔ پھر لگا کہ شہر رک گیا ہے۔ پھر ہم ایک چٹیل میدان میں پہنچ گئے تھے۔ جب ہم وہاں سے کچھ اور آگے چلے تو شہر کی روشنیاں ایک لمبی لکیر کی صورت میں ٹمٹما رہی تھیں۔ اور دھیرے دھیرے ہم ہاتھ کو ہاتھ نہ بجھائی دینے والے اندھیرے کا نوالہ بنتے جا رہے تھے۔

ہم لوگ نہ جانے کس جستجو کے مارے اپنی دنیاداری چھوڑ کر شام کو ادھر آ نکلتے تھے۔ آج ہم نے طے کر لیا تھا کہ وہ کون سی چیز ہے جو ہمیں مسلسل جنگل بیابانوں کی طرف کھینچتی ہے، متوجہ کرتی ہے، مدعو کرتی ہے اور کہتی ہے کہ آ جاؤ، وہاں کیا رکھا ہے، اور ہم نے نہ صرف سر پر بلکہ ہر جگہ کفن باندھ لیا تھا۔ گو کہ اندھیرے میں کچھ بھی نہ بجھائی دیتا تھا۔ مگر ہمیں اپنی منزل کی جانب آخرش کوچ کرنا ہی تھا۔ آج یا کل!

اب ہم ایک مستطیل نما مقام پر آ گئے تھے۔ ایک چھوٹا سا قطعۂ ارض تھا جو دوسری صرف بڑی سی کھائی میں تبدیل ہو گیا تھا کہ اچانک اندھیرے کی عادی آنکھوں نے دیکھا۔ مستطیل نما قطعہ کے بیچوں بیچ اک کنواں ہے اور اس کی جگت پر بال کھولے ایک عورت بیٹھی ہے اس کا برہنہ

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

دودھ سے بھی زیادہ سفید بدن دمک رہا ہے اور رات سے بھی زیادہ سیاہ بال اندھیرے میں اپنا آکار بنا رہے ہیں۔

لیکن یہ منظر دیکھ کر میرے پاؤں من من بھر کے ہو گئے کسی نے اندر سے کہا..... ''لو پہنچ گئے؟ یہی ہے وہ جستجو جو بلاتی ہے۔ آگے بڑھو اور پوچھ لو۔ وہ سارے سوال کہ تم کیا ہو؟ اور کیوں ہو؟ اور کہاں جانا ہے؟ اور یہ گھڑا گ جو نظر آتا ہے وہ کیا ہے اور وہ سب بھی جو نظر نہیں آتا۔

میں نے اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہونا چاہا مگر دیکھا تو حیرت ہوئی کہ آس پاس کوئی نہ تھا میں تو بوکھلا گیا۔ میری تو گھگی بندھ گئی۔ ایسے میں درخت اور بھی قریب سرک آئے اندھیرا اور بھی گہرا ہو گیا اور آسمان تنگ!

دودھ جیسی سفید بدن والی عورت نے پیٹھ گھمائی اور میری طرف دیکھا۔ وہ مسکرائی یا نہیں، مجھے نہیں معلوم، کیوں کہ وہ بے چہرہ عورت تھی۔ نہ ناک نہ کان، نہ منہ نہ آنکھ، پھر بھی اس نے اپنا چہرہ میری طرف کیا تھا۔ میں نے بے چہرہ شام کو دیکھا تھا، بے چہرہ دوپہر بھی میری شناسا تھی۔ مگر بے چہرہ عورت!

وہ ہنسی! ایک غیر انسانی ہنسی!

عورت نے لمبے بالوں سے ستر پوشی کر رکھی تھی گو کہ وہ اٹھ کر کھڑی نہیں ہوئی تھی مگر جب وہ ہنسی تو لگا جیسے شیطان کی خالہ ہنس رہی ہے اور سچ مچ جب میں نے اس سے اس کا نام پوچھا تو اس نے اپنا نام بتایا تھا۔ شیطان کی خالہ! میرے تو رونگٹے کھڑے ہو گئے اور جب وہ ہنسی تو ایک عجیب سا ارتعاش اور کرختگی تھی آواز میں۔ کہ پرندے اس درخت سے اس درخت پر اڑے۔ او مائی گاڈ! میں بے ہوش کیوں نہ ہوا؟

میں بھاگنے کے لئے پر تولنے لگا۔

وہ عورت کھڑی ہو گئی۔ بولی آ تیری چٹنی بناتی ہوں، میرے سر کا بال توڑنے آیا ہے کم بخت! مجھے گرفتار کرنا چاہتا ہے، آ تجھے کنویں میں اُلٹا لٹکاتی ہوں۔'' اور اس نے چٹاچٹ اپنی انگلیاں چٹخائیں! میرا پورا بدن پاؤں بن گیا۔ میں بھاگا، میں کھائی میں کود گیا، گرتا گیا، گرتا گیا.....

ایک خوفناک قہقہہ میرا تعاقب کر رہا تھا۔

☆

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

جب میں ہوش میں آیا، لیکن کب میں ہوش میں آیا؟ بہر کیف جب میں ہوش میں آیا تو لگا جیسے کنوئیں میں الٹا لٹکا ہوں اس خبیثہ نے مجھے کنوئیں میں لٹکا دیا ہے، وہ بھی الٹا! باپ رے! ہائے میں نے اس کا بال نہ توڑا، جو مجھے توڑنا چاہئے تھا، جو نسل در نسل ہمارا نصب العین تھا؟ ہائے اس کا بال میں نے اپنی ران میں نہیں سیا، جس کا وعدہ آبا و اجداد نے مرتے دم مجھ سے لیا تھا۔

میری چھٹی حس بے قرار تھی۔ ''تم الٹے نہیں لٹکے ہو برخوردار! بلکہ سیدھے ہو، کیا بتائیں یہ دنیا ہی الٹی لٹکی ہوئی ہے۔ بہت بڑا کنواں ہے یہ کاسموس، ایک بہت بڑی برہنہ دودھ سے بھی زیادہ سفید رنگ والی عورت بال کھولے بیٹھی ہے کنوئیں کی جگت پر اور اس نے دنیا کو الٹا لٹکا دیا ہے۔

بدن پھوڑے کی طرح ٹیس رہا تھا۔ تو کیا الٹی لٹکی دنیا کو میں سیدھا سمجھتا رہا اور میرے آبا واجداد؟ او مائی گاڈ! مگو میرے ساتھی کہاں گئے؟ کیا وہ بھی بھٹک گئے؟ کیا وہ بھی لٹک گئے، الٹے؟ میری طرح..... کیا وہ بھی بے سمت ہو گئے یا کہ سمت سے ہی بے نیاز! وہ اوپر رہ گئے یا نیچے؟ وہ دائیں رہ گئے یا بائیں؟ وہ کہاں گئے؟ میں ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ دور کافی دور آگ کا شعلہ سا لپکا اور بجھ گیا، پھر وہ شعلہ دوسری جگہ لپکا اور بجھ گیا، پھر تیسری جگہ لپکا اور بجھ گیا۔ پھر چار پانچ جگہ، الگ الگ، چھوٹے بڑے شعلے لپکنے لگے اور بجھنے لگے..... فریج، ٹی وی، ریفریجریٹر، واشنگ مشین، زیورات، کپڑے، سفید کالر، کڑک استری، جائیداد، گھر، اچھی بیوی، فرمانبردار بچے، نام، پیسہ! جلتے بجھتے شعلوں کی مانند، میری آنکھوں کے سامنے ناچنے لگے، مجھے یاد آیا اپنا گھر۔ کہاں ہے میرا گھر؟ میرے اردگرد جلتی بجھتی خواہشات کا ایک شیطانی رقص شروع ہو گیا ..... اگیا بیتال کا رقص!

میرے اندر کوئی بولا ..... ''یہ دنیا غول بیابانی ہے میرے دوست، بھٹکتا کیوں ہے؟ بیعت ہو جا! کسی بھی حلقے پر بیعت ہو جا! تا کہ تجھے قرار ملے، ورنہ بھٹکتا ہی رہ جائے گا۔''

میں چلتا رہا، چلتا رہا۔ مسلسل کب تک ساتھیوں کا غم کرتا، سوچتا تھا کہ کوئی ملے گا تو سمت کا

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

پتہ دے گا، مگر کوئی نہ ملا، سورج چمکنے لگا تھا، میں ایک چٹیل میدان سے گزر رہا تھا..... ہوا کی آواز تھی، عجیب سی غیر انسانی آسیبی آواز.....

گرد باد چاروں سمت غول کی صورت گزر رہے تھے۔

ہوا اگر سرکنڈوں سے گزرتی تو سیٹیاں بجاتی، کہاں ہیں وہ سرکنڈے! ہوا گر پتوں سے گزرتی تو تالیاں بجاتی، کہاں ہیں درخت؟ ہوا کسی گلستاں سے ہو کر نہیں آ رہی تھی کہ معطر کر دیتی۔ وہ کسی حسینہ کے کاکل کو چھو کر یا دوپٹے کو چھیڑ کر بھی نہیں آ رہی تھی کہ مست کر دیتی، دور تک سناٹا تھا اور ہو کا عالم!

☆

ہوا آسیبی آواز میں لفظوں کی صورت شوں شاں کر رہی تھی ..... ''بھاگ جا! بھاگ جا! بھاگنا تیرا مقدر ہے، تو بگولوں میں گھر چکا ہے۔ بگولوں میں جنات کی بارات ہے، گرد بار میں ان کے قافلے ہیں، کہیں جنازہ جا رہا ہے تو کہیں بارات! مت کہہ دینا جنازے والے گرد بار سے کہ السلام علیکم، مبارک ہو ورنہ وہ تھپڑ پڑے گا کہ قیامت تک یاد رکھے گا آہ! تو وہ بصیرت ہی نہیں رکھتا کہ جنات جیسی آتشی مخلوق کو دیکھ سکے۔ وہ مخلوق جو دنیا بھر کے خزانے تیرے قدموں پر ڈھیر کر سکتی ہے۔ بھاگ جا، بھاگ جا۔''

عجیب سا منظر تھا، کیا لرزتا، کیا کانپتا، میں ایک رونگٹا بن گیا جو کھڑا تھا.....

کوئی اندر سے بولا ''بیعت کر، بیعت چاہے کسی بھی سطح پر۔''

کھٹ کھٹ کی آواز ایک جانب سے آئی۔ میرا پورا پورا بدن کان بن گیا۔ ایک ایسی آواز بھی آئی جیسے کوئی کسی کو پکار رہا ہو۔ مجھے لگا کہ قریب ہی کہیں بستی ہو گی، چلو چلتے ہیں، ورنہ اکیلے پن کا بھوت ٹیٹوا دبا دے گا۔

''جس طرف تم جا رہے ہو کیا وہ بستی انسانوں کی ہے؟''

اندر سے کسی نے پوچھا۔ تو میں بری طرح ڈر گیا۔ کیا کہیں دور دراز کے کسی سیارے کی آوازیں اس بیابان میں تو نہیں گونج رہی ہیں؟''

میں نے دل کڑا کیا اور سوچا..... یہ دنیا غول بیابانی ہے، اس سے کسی کو مفر نہیں۔ چلو جو

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

انجام ہوگا دیکھا جائے گا۔ آوازیں ضرور آرہی ہیں تو کہیں انسانوں کی بستی ہوگی۔ اور میں چلتا رہا، چلتا رہا مگر وہ بستی نہیں ملی، بھٹکتا رہا کہ بھٹکنا تو مقدر تھا.....

ہر موڑ پر ''چکوے'' بیٹھے تھے یا پھر میرا بے سمت سفر ہی سانپ سیڑھی کا کھیل ہو گیا تھا میں سوچنے لگا..... کہاں گئے وہ لوگ جو پیٹ بھر کھاتے تھے اور ڈکار بھی بڑی لمبی لیتے تھے۔ کہاں گئے وہ لوگ جو زبان دیتے تھے مگر واپس نہ لینے کے لئے نوکری ان کی چوکھٹ پر چل کر آتی تھی اور بیویاں ان کے پاؤں دھو کر پیتی تھیں۔ انہوں نے ایک بار شوہر کا نام بدن پر گودلیا کہ بس مگر آج ہر جگہ سے پردہ بکارت غائب ہو چکا ہے! کہاں گئے وہ لوگ جو ٹھوس کردار رکھتے تھے، حالات کے سرد و گرم جن کے کردار پر اثر انداز نہیں ہوتے تھے، آج جگہ جگہ اتنے سمجھوتے اور جھوٹ اتنے ڈھکو سلے اور بہروپ ہیں کہ آدمی کبھی گیس کی صورت میں ہوا میں تحلیل ہوتا ہے تو کبھی مائع کی صورت میں بہنے لگتا ہے۔

☆

میں جانے کتنے برس چلتا رہا کہ ایک شخص نظر آیا۔ دور سے تو وہ ایک نقطے کی مانند تھا جو حرکت کرتا تھا۔ ذرا جان میں جان آئی! میں دھیرے دھیرے نقطے کی طرف بڑھتا گیا حتیٰ کہ وہ نقطہ ایک شکل میں تبدیل ہونے لگا۔ وہ ایک شخص تھا جو قبر کھود رہا تھا۔

میں اس کے قریب پہنچا۔ میں حیرت زدہ کہ نہ کہیں میّت نظر آتی ہے نہ قبرستان! پھر یہ شخص کس کے لئے قبر کھود رہا ہے؟ اس نے میری طرف دیکھا تو میں نے پوچھا۔

''شاید تمہارا کوئی عزیز فوت ہو گیا ہے؟''

''نہیں۔ کوئی فوت نہیں ہوا۔''

''پھر یہ قبر کیوں کھود رہے ہو؟''

''قبر تو کھودنی ہی پڑتی ہے کم عقل۔''

''کس کے لئے؟''

''اپنے لئے اور کس کے لئے۔ اس نفسا نفسی کے عالم میں کون کس کے لئے قبر کھودتا ہے بھلا۔''

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

''کیا تم مر چکے ہو؟''

''نہیں۔ لیکن اگر تم اس قبر میں آنا چاہتے ہو تو آ سکتے ہو، اس میں کافی جگہ ہے۔''

''میں زندہ در گور نہیں ہونا چاہتا۔'' میں اتنے زور سے چیخا کہ مجھے لگا سارے کوسموس میں میری آواز گونج رہی ہے۔

چند ثانیوں بعد وہ بولا۔ ''تم آؤ، میرے ساتھ، تمہارے سارے دلدّر دور ہو جائیں گے۔''

''کیا تم مجھے بیعت کرو گے، کسی بھی سطح پر'' میں نے اچانک سوال کیا۔

اس نے جیسے میرا سوال نہیں سنا اور بولا ''میں یہ قبر تمہیں دے دوں گا، اپنے لئے میں نئی قبر کھودوں گا۔'' اس نے پیار سے میری طرف ہاتھ بڑھایا میں خوف سے پیچھے ہٹا۔

''بس بس، زیادہ بقراطی مت بنو، قائل کرنے کی ضرورت نہیں ہے..... میں تو غولِ بیابانی ہوں، پوری دنیا ایک غول بیابانی ہے۔ میں ہر جگہ ہوں اور کہیں بھی نہیں ہوں، میں شمشان میں اگیا بیتال بن کر نامراد خواہش کی طرح شعلہ سا لپکتا ہوں، کبھی بے چہرہ عورت بن جاتا ہوں، کبھی گرد باد میں شریک ہو جاتا ہوں تو کبھی کسی کے آواز دینے پر انسانوں کی بستیاں تلاش کرنے لگتا ہوں.....''

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

سمندر

دوست رشک کرتے ہیں کہ مجھے رئیس بیوی ملی ہے۔شاندار فلیٹ کی مالک جس میں اس نے مجھے رکھ چھوڑا ہے۔اسی کی مہربانی کے سبب مجھے سمندر کو اتنے قریب سے دیکھنے، سمجھنے کا موقع ملا۔ مگر سکے کے دو رخ ہوتے ہیں، ایک روشن، دوسرا تاریک۔دوست روشن رخ دیکھ کر میری قسمت پر رشک کرتے ہیں اور میں تاریک رخ پر آٹھ آٹھ آنسو روتا ہوں۔

بڑا سا فلیٹ، سنیما اسکوپ کھڑکی سے سمندر کا نظارہ کیجئے۔اعلیٰ درجے کے فرنیچر سے مزین کمرے، میں کرسی میں دھنسا کھڑکی کے پاس بیٹھا رہتا ہوں۔سامنے سمندر ہے۔میں بیئر پیتا رہتا ہوں، بیئر کی کتنی بوتلیں میں خالی کر دیتا ہوں مجھے نہیں پتہ۔لہریں ذرا ذرا سی دیر میں پتھریلے ساحل پر سر پٹکتی ہیں۔پھر جیسے جیسے شام مہیب ہوتی جاتی ہے۔سمندر مہیب اور خوفناک ہوتا جاتا ہے اور اس کی آواز بھی بدل جاتی ہے۔جیسے وہ غصے میں ہو، دور کوئی جہاز گزرتا ہے، روشنی نظر آتی ہے اور کبھی کبھی اس کا سائرن بھی سنائی دیتا ہے۔تب فلیٹ میں بھی سناٹا در آتا ہے۔سمندر زور زور سے اپنا سر پٹکنے لگتا ہے۔شڑاں! شڑاں!!

بیوی کا کوئی وقت طے نہیں ہے، اسے شوٹنگ پر جانا ہوتا ہے، وہ ڈانس ڈائریکٹر ہے، سنا ہے اس کا بڑا نام ہے۔اس کے نام سے فلمیں بکتی ہیں، پہلے اس کا بدن چھریرا تھا۔پھرکی کی طرح کبھی یہاں کبھی وہاں گھومتی تھی، میں اس پر لٹو ہو گیا۔وہ فربہ اندام ہو گئی، اب تو برسوں سے میں نے اسے ڈانس کرتے نہیں دیکھا۔لیکن وہ ڈانس ڈائریکٹر ہے۔ڈانس اسکول بھی چلاتی ہے۔وہ

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

بہت مصروف رہتی ہے۔ میں اس سے صرف مطلب کی بات کرتا ہوں۔

بیوی ہفتے پندرہ دن میں ایک نوجوان لڑکے کو پکڑ لاتی ہے اور دونوں بیڈروم میں بند ہو جاتے ہیں۔ میں بیئر کا گھونٹ بھرتا ہوں۔ سمندر پتھریلے ساحل پر سر پٹکتا ہے، بیوی کی نظر میں میں شنڈ ہوں، یعنی نامرد! کسی کام کا نہیں۔ ٹھیک ہے شنڈ تو شنڈ، بیئر پیتا ہوں نا میں اس کے پیسوں کی، عیش کرتا ہوں میں اس کی جان پر، رشک کرتے ہیں دوست میری قسمت پر۔ پتہ نہیں باہر کا سمندر اندر کب در آتا ہے اور رات بھر سر پٹکتا رہتا ہے، شڑاں! شڑاں!!

کبھی مجھے لگتا ہے پورا سمندر میرے اندر سر پٹک رہا ہے۔

کبھی مجھے لگتا ہے میں سمندر میں بے یار و مددگار بہتا ڈوبتا جا رہا ہوں۔ ایک دن تو بیوی نے غضب کر دیا۔ میرے ایک دوست کے لڑکے کو اٹھا لائی۔ دوست کو ایک ہفتہ پہلے ہم شمشان پہنچا آئے تھے۔ اس کا لڑکا جو مجھے انکل کہتا ہے مگر اس نے جان بوجھ کر مجھے پہچانا نہیں۔ وِش نہیں کیا۔ نہیں کیا تو نہیں کیا۔ میں بیئر پیتا رہا۔ میں نے اس کی طرف گھور کر دیکھا تو وہ ہنسا۔ کھی کھی کھی۔ میں نے سوچا اس سے کہوں۔ ''ابے کیا کھی کھی کرتا ہے تیرے کو کیا میں مسخرہ نظر آتا ہوں۔'' مگر میں نے کچھ نہیں کہا۔ غصہ تو بہت آیا۔ مگر میں غصہ پی گیا۔ یعنی زہر پی لیا اور میرا کنٹھ[1] نیلا ہو گیا۔ نیلا رنگ کسی کو نظر نہیں آیا۔ کیونکہ میں نے بند گلے کا قمیض پہنا تھا۔ میں چپ چاپ بیئر پیتا رہا۔ وہ دونوں اندر چلے گئے۔ بیڈروم کا دروازہ بند ہو گیا۔ مگر اس لڑکے کی ''کھی کھی'' بہت دیر تک میرے آس پاس میرا منہ چڑھاتی رہی۔

سمندر کو دیکھتے دیکھتے جب آنکھیں تھک گئیں، سوچ سوچ کر جب دماغ ماؤف ہونے لگا تو میں نے کھڑکی بند کر لی۔ پردے کھینچ دیئے اور صوفے پر لڑھک گیا۔

وہ لڑکا جو اندر بیڈروم میں بیوی کے ساتھ بند ہے، اس کو میں تب سے جانتا ہوں جب وہ چھ سات برس کا تھا، آج ہوگا بیس بائیس برس کا۔ یہ لڑکا بچپن میں اتنا شریر تھا کہ بڑوں بڑوں کے کان کاٹتا تھا۔ اس کی ماں کی کوئی نوجوان خوبصورت سہیلی آتی تو جھٹ ٹیپ لے کر اس کے بدن کا ناپ لینے لگتا۔ لڑکا چھوٹا اور پیارا تھا، اس لئے کوئی اس کی حرکت کا برا نہ مانتے۔ سب اسے پیار کرتے، اس کے ماں باپ کہتے، بڑا ہو کر یہ ضرور ڈریس ڈیزائنر بنے گا۔ لیکن اندر کی بات کسی کو

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

معلوم نہ تھی۔ شاید بچپن میں اس لڑکے کا جنسی شعور اس قدر بیدار ہو چکا تھا کہ رخشِ عمر پیچھے رہ گیا تھا۔ اور شعور برق رفتاری کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔

اب اس لڑکے کا جنسی شعور کس حال میں ہے یہ تو وہی جانتا ہے یا پھر بیوی یا اس کا خدا! کیونکہ میرے پاس یہ بات جاننے کے لئے نہ کوئی راستہ ہے نہ روزن! اس لئے میں بیئر پیتا ہوں، سمندر میں ڈولتی کشتیوں کو دیکھتا ہوں اور سمندر کا سر پٹکنا سنتا ہوں بار بار شڑاں! شڑاں!!

☆

ایک فلمی پارٹی اٹینڈ کر کے جب میں گھر آیا تو ہماری نوکرانی رو رہی تھی۔ بیوی نے اسے سمجھایا ''اب رونے سے کیا فائدہ..... پچھلا روم خالی ہے وہاں فی الحال گزارہ کر، بعد میں دیکھتے ہیں۔''

مجھے بعد میں نوکرانی کی کہانی کا پتہ چلا۔

''کیا بتاؤں صاب، مکان مالک نے جگہ بلڈر کو بیچ دی اور مجھے بے گھر کر دیا۔ میڈم کو بھگوان سلامت رکھے، انہوں نے مجھے سہارا دیا۔''

دن بھر نوکرانی نے میرا کافی خیال رکھا لیکن جب رات میری بیوی آئی اور اس کے ساتھ پھر وہی دوست کا لڑکا آیا تو مجھے کوئی حیرت نہیں ہوئی۔ دونوں جب بیڈ روم میں بند ہو گئے تو میں نے دیکھا۔ نوکرانی کے چہرے پر کئی رنگ آئے اور گئے۔ اس نے نظریں چرا کر میری طرف دیکھا اور ساری کہانی آن واحد میں کھل گئی۔ اس کی وہ نظر مجھ پر گھڑوں پانی انڈیل گئی۔

سمندر نے سر پٹکا۔ شڑاں!

☆

مہیب سمندر کو دیکھ کر میرے اندر کہیں دبوچا گیا ایک خیال ہڑبڑا کر باہر آیا اور میں نے سوچا، ہم نے سمندر کو اپنی جگہ سے بے دخل کیا۔ Reclamain کر کے زمین پر بود و باش اختیار کی، سمندر کو دور تک پیچھے دھکیل دیا، کہیں سمندر غصے میں آ کر ہماری کالونی کو نہ نگھل جائے!

اگر ایسا ہوا تو؟ میں کانپ گیا۔ بہت دیر تک یونہی بیٹھا رہا۔ آدھی رات گزر چکی تھی۔ میں نے کھڑکی بند کی، پردے کھینچ دیئے۔ ایک پروڈیوسر کے لئے ون لائن اسکرپٹ لکھنی تھی۔ سوچا کہ اسے شروع کروں لیکن طبیعت مائل نہیں ہوئی۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

میں کچن کے بغل والے اسٹور روم میں پہنچا۔ دروازہ بھڑا ہوا تھا۔ میں نے ہلکا ہاتھ لگایا تو دروازہ کھل گیا۔ اندر نوکرانی عجیب لست پست حالت میں سوئی تھی۔ ایک گھٹنا اوپر ایک نیچے، بڑے گلے کی چولی سے ابل آتے پستان نظر آئے اور دکھائی دیا بریسیئر کا پھٹا ہوا فیتا جو چولی سے باہر آ گیا تھا۔

اس کے ہڑبڑا کر جاگنے تک میں وہیں کھڑا رہا۔

''صاب! آپ'' وہ اٹھی، کھڑی ہوگئی۔ پلو سے سینہ ڈھکا۔ ''کافی بنادوں؟''

''ہاں..... زیادہ بناؤ۔ تھرماس میں بھر کر میرے ٹیبل پر رکھ دو، مجھے آج لکھنا ہے۔''

میں پھر اپنے ٹیبل پر آ گیا۔ نوکرانی نے کافی بنائی۔ میں نے اس سے کہا۔ ''تم بھی پیو۔''

''نہیں صاب'' وہ بولی۔ ''مجھے نیند نہیں آئے گی۔''

''ارے نیند تو سولی پر بھی آ جاتی ہے، میرے ساتھ کافی پیو۔'' میں نے ذرا تحکمانہ انداز میں کہا۔

''نہیں صاب'' پھر جیسے میرا لحاظ کر کے بولی۔ ''اچھا'' ایک الگ مگ میں اپنے لئے کافی لائی۔

''کیوں؟'' میں نے کہا۔ ''الگ مگ میں کیوں؟ میں جس کپ سے پی رہا ہوں اس کی جوڑی والا لاؤ۔''

''اچھا صاب''

وہ نیچے بیٹھنے لگی تو میں نے سامنے والی کرسی کی طرف اشارہ کیا۔ ''یہاں بیٹھو''

وہ میرا حکم مان رہی تھی۔ وہ کافی پینے لگی۔ میں نے بات شروع کی۔

''کیسا چل رہا ہے۔''

''کیا.....'' بڑی بڑی آنکھوں سے اس نے پوچھا۔

''آدمی کہاں ہے تیرا۔''

''وہ کام کی تلاش میں گیا تھا۔ پھر نہیں آیا۔''

''کتنے دن ہو گئے۔''

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

''چار برس''

''چار برس.....چار برس سے تو اکیلی۔''

''اب تو عادت ہوگئی ہے'' پھر اس نے سوالیہ انداز میں کہا۔''کیا اکیلے نہیں رہ سکتے صاب؟ آپ بھی تو اکیلے ہیں۔''

''لیکن.....لیکن، تو عورت ذات.....''

''کوئی رشتے دار''

''کوئی بھی نہیں''

''تو نے دوسری شادی نہیں کی؟''

''کون کرے گا شادی مجھ سے۔''

''کیوں؟ تم اتنی خوبصورت ہو، روپ کا خزانہ تمہارے پاس، سب کچھ بڑا بڑا gogo، تمہارے اندر کی صلاحیت کو کسی نے سمجھا نہیں ہے، تمہاری آنکھیں جیسے کنول کٹورے، تمہاری گردن ہرن کی گردن، تمہارا چہرہ پورا چاند.....اوہ مائی گاڈ، کیسی کیسی صلاحیتیں ضائع ہو رہی ہیں۔''

وہ شرما گئی۔''آپ تو مذاق کرتے ہیں صاب، میں اب جاؤں۔''

''جا کر کیا کرو گی، تم کو تو نیند نہیں آئے گی۔ یہیں بیٹھو باتیں کرو۔''

''آپ پکچر میں گانے لکھتے ہیں کیا صاب؟''

''ہاں!'' کچھ توقف کے بعد میں نے کہا۔''ہاں، لیکن تمہیں کیسے پتہ چلا؟''

''آپ تو جاوید اختر سے بھی اچھی شاعری کرتے ہیں صاب۔''

''ارے تم تو جاوید اختر کا نام بھی جانتی ہو۔''

''وہ کیا ہوا صاب ہماری جھونپڑا پٹی میں شبانہ اعظمی آئی تھی، کس کو کیا تکلیف ہے؟ پوچھ رہی تھی تو پیچھے پیچھے جاوید اختر بھی آیا تھا۔''

کچھ دیر بعد اس نے پوچھا۔''صاحب ایک بات پوچھوں۔''

''ہاں پوچھو!''

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

''آپ میڈم کے ساتھ نہیں سوتے!''

میں نے اس کے سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔ ''یہ لو کچھ روپے، تم اپنے لئے کچھ اچھے کپڑے خرید لو۔''

''نہیں صاب''

''ارے رکھ لو''

''میڈم کو معلوم پڑا تو۔''

''کچھ نہیں ہوگا۔''

اس نے میرے دیئے ہوئے نوٹ چولی میں اڑس لئے اور اس کے پستان باہر آنے کے لئے ہمک ہمک گئے۔

☆

باندرہ میں لنکنگ روڈ سے گزر رہا تھا، ایک اسٹور سے اپنے لئے کچھ رومال خریدے، اچانک نظریں سائیڈ ٹیبل پر گئیں تو وہاں چولیاں بک رہی تھیں۔ میں نے بڑے سائز کی مناسب سی دو چار چولیاں خرید لیں۔

بیوی شوٹنگ پر کھنڈالہ گئی تھی۔ چار دن کا شیڈول تھا۔ اس شام نوکرانی نے مہاراشٹرین اسٹائل کا کھانا بنایا۔ باتوں باتوں میں وہ مجھ سے کافی بے تکلف ہوگئی اور انجوائے کرنے لگی۔ میں نے اسے خوب جوک سنائے۔ اس نے میرے پاؤں بھی دبائے، سر کی مالش بھی کی۔ اس نے اپنے بارے میں کافی کچھ بتایا۔ مجھ سے بھی کافی کچھ اگلوالیا۔

☆

آج سمندر اتنا گھناؤنا اور مہیب نہیں لگ رہا تھا۔ چھوٹے بڑے بہت سارے جہاز سمندر کے سینہ پر تھے اور لگتا تھا آج کہیں بھنور نہیں ہے، کہیں طوفان نہیں ہے، ہر طرف شانتی ہے۔ سمندر کی لہروں کے شور میں غصہ بھی نہیں تھا۔

نوکرانی کے کمرے کا دروازہ اسی طرح بھڑا ہوا تھا، وہ اسی طرح سوئی تھی لست پست، ایک گھٹنا اوپر ایک نیچے، میں نے اسے دیکھا۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھی۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

''ارے صاب آپ، کافی بناؤں۔''

''نہیں''..... میں اس کے بستر پر بیٹھ گیا۔

''ارے نہیں صاب! آپ یہاں مت بیٹھئے۔''

لیکن میں نہیں اٹھا۔ میں نے اسے سمجھایا۔ ''دیکھو شالنی..... مجھے ایک اسکرپٹ لکھنی ہے اس میں بالاتکار کا ایک سین ہے، پھر میں نے بات بدل لی۔ ''دیکھو میں تمہارے لئے کیا لایا ہوں۔'' میں نے اس کے سامنے خریدی ہوئی چولیاں ڈال دیں۔ ''دیکھو میں تمہارا کتنا خیال رکھتا ہوں۔ ہے نا؟''

وہ پہلے تو خوش ہوئی، پھر شرما گئی۔ ''کیا صاب آپ.....''

میں نے کچھ دیر بعد اس سے کہا۔ ''دیکھو شالنی ہم دونوں بے تکلف ہو گئے یعنی ایک دوسرے کی بہت کچھ باتیں جان گئے۔ آج..... تم اور میں صرف میں اور تم، تیسرا کوئی نہیں! تم جانتی ہو، ٹو از کمپنی اینڈ تھری از کراؤڈ''

''نہیں صاب..... ایسا مت بولئے۔''

''دیکھو دنیاداری سب بکواس، حقیقت کیا ہے صرف میں اور تم اور میں تو شنڈ ہوں، کچھ ہونے ہوانے والا نہیں، تم ڈرتی کیوں ہو؟''

''نہیں صاب..... پھر بھی یہ اچھا نہیں..... پاپ ہے، آپ کی عزت کرتی ہوں میں۔''

''ارے شالنی، تم میری دوست ہو، میری مدد نہیں کروگی۔'' مجھے سین لکھنا ہے۔ تم کو پیسہ چاہئے تو میرا پیسہ سب تمہارا..... بولو۔''

''نہیں صاب..... مجھے ایسا پیسہ نہیں چاہئے۔''

''کسی کو پتہ نہیں چلے گا۔ میڈم بھی چار دن بعد آئے گی۔''

''پھر بھی صاب، اچھا نہیں ایسا کرنا۔''

''شالنی میں شنڈ ہوں، تمہارا کچھ ہلکا بھاری نہیں ہوگا۔''

''آپ شنڈ نہیں ہیں صاب..... شنڈ تو میرا آدمی تھا جو مجھے چھوڑ کر چلا گیا۔ میں چونک گیا اور وہ رونے لگی۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

عرضِ ناشر

م۔ناگ کے افسانے ماہنامہ ''شمع'' اور دوسرے ادبی رسائل میں پڑھتا رہا تھا۔ میں ان کے اسلوب اور طرزِ نگارش سے اس قدر متاثر تھا کہ ان سے ملاقات کی خاطر بے چین رہنے لگا تھا، چند ایک دوستوں سے اس کا تذکرہ بھی کیا لیکن بے سود!
اس دوران مجھے ان کے تعلق سے پتہ چلا کہ یہ انتہائی بدمزاج، بداخلاق اور مغرور آدمی ہیں لہٰذا میں نے ان سے ملاقات کا خیال ذہن سے جھٹک دیا۔
قریب بیس سال بعد ایک روز اشتیاق سعید نے مجھے ان سے یہ کہہ کر ملوایا کہ ''آپ معروف افسانہ نگار م۔ناگ ہیں'' یہ سُنتے ہی میری آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔کیونکہ مجھے م۔ناگ کے تعلق سے جو پتہ چلا تھا وہ یکسر غلط تھا۔یعنی غلط پتہ!
م۔ناگ خوش مزاج، بااخلاق، زندہ دِل اور دوست پرور ہیں۔غرور و تکبّر تو جیسے انھیں چھو کر بھی نہیں گزرے۔۔۔انھیں یہ تک احساس نہیں کہ وہ ایک نامور افسانہ نگار ہیں۔یہی سبب ہے جو وہ ایک عام آدمی کی سطح سے بھی نیچے کے آدمی معلوم ہوتے ہیں۔
میں نے ان سے افسانوں کا مجموعہ طلب کیا تو وہ ایک شانِ بے نیازی سے موٹے عدسوں والے عینک سے میری جانب دیکھتے ہوئے مسکرانے لگے۔
اشتیاق سعید نے بتایا کہ ''ڈاکوطے کریں گے'' کے بعد ان کا دوسرا مجموعہ شائع نہیں ہوا، حالانکہ مسودہ تیار ہے۔۔۔۔میں نے وجہ دریافت کی تو م۔ناگ نے انتہائی لجاجت اور بے بسی سے بتایا ''رمضان علی، اُردو کی کتابیں شائع کرانے کے لیے گانٹھ سے رقم لگانی ہوتی ہے اور پھر اُردو کے پبلشرز ہیں کہاں؟''۔
میں مدعا سمجھ گیا اور ''اُردو خبرنامہ'' کے توسط سے مجموعہ شائع کرنے کی پیش کش کر دی جسے اُنھوں نے خوش دلی سے قبول کر لیا اور آج یہ مجموعہ ''غلط پتہ'' آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

■ رمضان علی سحر
ایگزیکٹیو ایڈیٹر ''اُردو خبرنامہ''

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

میں م۔ ناگ ہوں۔

دوسرا افسانوی مجموعہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔
گذشتہ [illegible] برسوں میں میں نے اپنی مختلف تحریروں میں جو کچھ بھی لکھا ہے۔ وہ صرف اور صرف اس مقصد کے تحت کہ جس شمس [illegible] ناگ" ہے اس کی کہانی بیان کرسکوں۔

[illegible] ایک چوہا دان ہے جس میں روٹی کا ٹکڑا پھنسا ہے۔ یہ شہر للچاتا ہے رات خواب دکھاتا ہے صبح اپنی راہیں۔ تعبیریں ڈھونڈنے کے لئے کھول دیتا ہے۔ میں بھی للچایا، مگر جیسے ہی روٹی پانے اندر گیا۔ ساری دنیا باہر رہ گئی بس پھر کیا تھا تیسری گھنٹی بجی، پردا اٹھا اور کھیل شروع ہوگیا۔

[illegible] پھر کہیں جانا ممکن نہ تھا کیونکہ سڑک واپس نہیں جاتی تھی۔
اس شہر کی بھول بھلیوں میں ہر گام پر بلیوں سے پالا پڑا۔۔ طرح طرح کی بلیاں! شہر میں راتوں رات کسی کایا پلٹ یا کرشمے کے انتظار میں لٹو بنا دیا گیا۔

کب ہوگا؟ "بگ بینگ"۔ وہ بڑا دھماکہ جو زندگی بدل کر رکھ دیگا۔ بے اطمینانی نے تخلیق میں اہم رول ادا کیا۔
بے اطمینانی نے بار بار باور کرایا کہ آگے سمندر ہے اور راہ میں اجل ہے۔ لیکن روز نیا سورج اُگتا رہا۔ نئے حوصلے جگاتا رہا۔
میں تازہ دم ہوتا رہا۔

میں سمجھتا ہوں کہ تخلیق کار کے اندر سادگی، یقین، صداقت اور صبر کا مادہ ہی اس کی 'نجات' کا راستہ ہے۔ زندگی میری استاد رہی ہے اور افسانہ میری ڈھال بنا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ زندگی میں جو کچھ بھی ختم ہوتا جا رہا ہے۔ ادب اُسکی آخری پناہ گاہ ہے اور میرا یقین ہے کہ زندگی کے اسرار و رموز اور بھول بھلیوں کو سمجھنے کیلئے ادب سے بڑی کوئی کلید نہیں ہے۔

پہلا افسانوی مجموعہ "ڈاکو طئے کریں گے" 1990 میں شائع ہوا تھا۔
دوسرا افسانوی مجموعہ "غلط پتہ" آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ پہلی کتاب میں آپ سے جان پہچان ہوئی، ایک امیج بنا، دوسری کتاب اس امیج کو برقرار رکھتی ہے یا نہیں؟ اس تجسس کے ساتھ.....

اُردو خبرنامہ، ممبئی
Urdu Khabarnama, Mumbai
177/1A, Ayesha Manzil, Pipe Road, Kurla, Mumbai-70

Scanned by CamScanner